فہم دین

جلد اول

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6- مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور

042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

انک لتہدی الیٰ صراط مستقیم
ادارہ صراط مستقیم پاکستان

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
القرآن

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہمِ دین

جلد اوّل

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

اہتمام

ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان

نام کتاب............فہم دین جلد اوّل

افادات............مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب............مولانا عبدالکریم جلالی صاحب

طبع پنجم............اگست 2008ء

طبع ششم............اکتوبر 2008ء

تعداد............ 600

با اہتمام............شیخ محمد سرور اویسی

قیمت............260 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ
مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور/مکتبہ فیضان مدینہ لالہ موسیٰ
مکتبہ فیضان مدینہ گکھڑ/ مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ
ڈسکہ/ مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں/ قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور/ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
رضا بک شاپ گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

انتساب

جنیدزمان، حافظ الحدیث، امام العصر

حضرت پیر محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کی فضاء معارف میں

قلب ونظر کو بالیدگی

اور

عقل وخرد کو آسودگی

ملی

محمد اشرف آصف جلالی

پہلی کرن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

فہم دین اور قرآن وسنت کی تعلیمات رضائے الٰہی کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہیں انہیں پر عمل پیرا ہونے سے بندے کو ربّ ذوالجلال کا قرب اور دربارِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مقبولیت میسر آتی ہے۔

آج جبکہ نت نئی الحادی تحریکیں اٹھ رہی ہیں جگہ جگہ عریانی فحاشی کے اڈے قائم ہیں۔ نام نہاد روشن خیالی کا سیلاب طغیانیوں پر ہے فسق وفجور کا آتش فشاں پھٹ رہا ہے۔ بدعقیدگی اور بدعملی کے سوداگر گلی گلی محلے محلے میں داخل ہو چکے ہیں۔ منافقت اور خیانت کی دکانوں پر رش بڑھ رہا ہے اور ایمان اور امانت کے گاہک کم ہو رہے ہیں دین حق کا معاملاتی حصہ سرد خانے کی نظر ہوتا جا رہا ہے اور غیروں کے قوانین اور ضابطے رواج پا رہے ہیں۔ ایسے میں اھلِ حق کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے صبح وشام کچھ نہ کچھ کر گذرنے کا جذبہ نبض تپش آمادہ رکھے ہوئے ہے اس سلسلہ کی ایک کڑی ''فہم دین کورس'' ہے۔ جس کا بارھواں سالانہ پروگرام ''بھٹی میرج ھال'' گوجرانوالہ میں ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام ۶ ا کتوبر ۲۰۰۵ء یکم رمضان ۱۴۲۶ھ، ۱۳ اکتوبر/ ۲۶ رمضان منعقد ہوا ربّ ذوالجلال کے فضل وکرم سے صبح کی پھیلتی روشنی کے ساتھ ساتھ فہم دین کا نور بھی پھیلتا رہا۔

فاضل محتشم مولانا محمد عبدالکریم جلالی صاحب کیسٹ سے قرطاس پر منتقل کرنے میں عرق ریزی کی اور محترم شیخ محمد سرور اویسی صاحب نے طباعت کا بندوبست کیا اور انہیں اور پروگرام منعقد کرنے والے تمام اراکین ادارہ کو اجر عظیم اللہ عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد اشرف آصف جلالی

۲۸ شعبان ۱۴۲۷

۲۲ ستمبر ۲۰۰۶

کلمۂ تحسین

استاذ الاساتذہ، شرفِ ملّت

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور

پاکستان تمام مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ یہ دُنیا کا واحد ملک ہے جو دو قومی نظریے کی بناء پر قائم کیا گیا' اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ اس میں نظامِ مصطفےٰ ﷺ نافذ کیا جائے گا اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ کیا جائے گا لیکن یہاں ایک با اثر طبقہ ایسا بھی ہے جو "روشن خیالی" کی آڑ لے کر لادینیت کو فروغ دینا چاہتا ہے اور "جدت پسندی" کے بہانے دین اسلام کی بنیادی اقدار اور تعلیمات ہی کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

ایسے ماحول میں اُن علماء کی ضرورت بڑھ جاتی ہے جو ایک طرف تو قرآن و حدیث اور فقہ و عقائد کا گہرا ادراک و شعور رکھتے ہوں' دوسری طرف عصری تعلیمات سے بھی آراستہ ہوں' جو کسی بھی پلیٹ فارم پر جدت پسندوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پورے اعتماد کے ساتھ بات کریں اور اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کریں۔

الحمد للہ! مولانا علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم العالیہ اس معیار پر پورے اُترتے ہیں' انہوں نے علوم دینیہ اپنے دور کے عظیم علماء حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ (بھکھی شریف) مولانا محمد نواز نقشبندی اور ملک المدرسین مولانا علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے حاصل کئے۔ کافی عرصہ جامعات بغداد شریف میں پڑھتے رہے اور پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ وہ

مدرس بھی ہیں اور خطیب بھی، وہ شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی، وہ شیخ الحدیث بھی ہیں اور مناظر بھی، وہ جسمانی طور پر ہی نہیں، علمی اعتبار سے بھی قد آور شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت و جماعت میں ان جیسے علماء کثرت سے پیدا فرمائے۔

گوجرانوالہ کی جامع مسجد رضائے مجتبیٰ، پیپلز کالونی میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں۔ اسی مسجد میں ''ادارہ صراطِ مستقیم'' کے زیر اہتمام رمضان المبارک میں درس قرآن کا اہتمام کیا گیا، چونکہ ان کے دروس معقول، مدلل اور معلوماتی ہوتے ہیں اس لئے احباب نے نہ صرف انہیں ریکارڈ کیا، بلکہ انہیں نقل کر کے شائع کرنے کا بھی اہتمام کیا، مقام مسرت ہے کہ ان کے چھبیس دروس کو یکجا کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ مجموعہ صرف عوام ہی کیلئے نہیں بلکہ نو جوان علماء کیلئے بھی کار آمد ثابت ہوگا۔

۹ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ، ۳ ستمبر ۲۰۰۶ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

میزان حروف

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی ایک سنجیدہ اور متین سکالر

ملک محبوب الرسول قادری

ایڈیٹر ماہنامہ سوئے حجاز

صدر کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، عہدِ حاضر میں منفرد حیثیت اور مرتبہ و مقام کے حامل ایک مخلص، محنتی اور ذی شعور دینی اسکالر ہیں۔ جن کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے بیک وقت بے پناہ صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ وہ بے مثال مدرس ہر دلعزیز خطیب، سنجیدہ اور متین قلمکار، غیر جانبدار محقق، منصف مزاج مفتی، بیسیوں کتب کے مصنف، حاضر جواب مناظر، دردِ دل رکھنے والے مبلغ و مصلح اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ وہ تعلّق داریاں نبھانا جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ بھکھی شریف (منڈی بہاؤالدین) گوندل فیملی کی ایک پارسا شخصیّت صوفی غلام سرور صاحب کے بیٹے ہیں۔ زہد و تقویٰ اور ذوقِ عبادت انہیں اپنے عہد کے عظیم بزرگوں حضرت حافظ الحدیث مولانا پیر سیّد محمد جلال الدین شاہ صاحب مشہدی، حضرت شیخ الاسلام قائدِ اہلسنت مولانا امام شاہ احمد نورانی قدس سرہ کی خدمتِ بابرکت میں رہنے سے نصیب ہوا۔ وہ پاک سر زمین پر انقلاب نظامِ مصطفیٰ ﷺ، اتحادِ اہلسنت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے، اصلاحِ معاشرہ اور پاک سرزمین کو مغربی تہذیب اور نام نہاد روشن خیالی کی یلغار سے محفوظ رکھنے کیلئے ہمہ وقت مصروف جهد رہتے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی بلا شبہ ایک ہشت پہلو شخصیت کے مالک ہیں۔ میں نے انہیں بہت قریب سے تو نہیں لیکن خاصا قریب سے دیکھا ہے وہ بالکل ویسے ہی ہیں جیسا دین کے کسی حقیقی نمائندہ کو ہونا چاہیئے۔

وہ شاعر بھی ہیں اگرچہ اس فن میں مزید ریاضت کی ضرورت اور کمال کے حصول کیلئے مزید محنت کی اہمیت سے انکار نہیں بہرحال وہ اچھے شاعر ہیں اس بات سے کوئی انکار نہیں کرے گا کہ شعری لطافتوں کو چھوڑ کر حکمت و دانش کی ریاضتوں کو شعر کی خصوصیّت بنانا کوئی معمولی کام نہیں جبکہ حضرت آصف جلالی یہ کام بخوبی اور کثرت کیساتھ سرانجام دیتے ہیں بلکہ میرا خیال ہے وہ اپنے شعبے کے بنجر ماحول میں بادِ صبا کے دلکشا جھونکے کی طرح ہیں۔ ان کے کلام میں رنگِ تغزل غالب ہے پڑھنے کا انداز اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ تقریر سے قبل مشاعرے کا سا سماں بَرپا کر دینا بھی تو کوئی معمولی بات نہیں ہوتی لیکن وہ ایسا بھی کر گزرتے ہیں۔

ان کی شاعری ایسے ہی منصۂ شہود پر آ رہی ہے جس طرح زمین پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر اس سے روشنی کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ ان کرنوں میں حدّت، بیداری، جلال اور جمال سب کچھ ہوتا ہے۔ جلالی صاحب کے پُر جلال کلام میں بھی یہ سب کچھ محسوس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر جلالی صاحب کے وقت کا سب سے زیادہ مصرف علوم دینیہ کی درس و تدریس ہے بالخصوص درسِ نظامی کی تدریس میں وہ بھکھوی اور بندیالوی طریق کا سنگھم، رضوی اور خیر آبادی سلسلے کے حسین امتزاج ہیں آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے کثیر دینی، ملّی اور مسلکی مشاغل کے باوجود فارغ التحصیل ہونے کے

بعد کریما سے لیکر بخاری شریف تک مکمل درس نظامی پڑھایا ہے اور مسلسل پڑھا رہے ہیں گذشتہ سال آپ کے تلامذہ کی پہلی کھیپ چالیس کی تعداد میں جامعہ جلالیہ سے دورۂ حدیث مکمل کر کے فارغ ہوئی۔ جو ملک کے طول وعرض میں تدریس وتبلیغ اور اقامتِ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں مولانا محمد عابد جلالی مدرس جامعہ جلالیہ لاہور، مولانا محمد اکرم جلالی مدرس جامعہ جلالیہ لاہور، مولانا فیض الرسول نورانی مدرس جامعہ دارالقرآن غازی آباد لاہور، مولانا عابد حسین غزالی مدرس جامعہ عثمانیہ لاہور، مولانا محمد اعظم اشرفی مدرس جامعہ جلالیہ لاہور، مولانا شفیع اللہ مدرس جامعہ چشتیہ رضویہ پہاڑ پور سرحد (لکّی مروت سرحد) صاحبزادہ محمد انوار حاشمی مدرس جامعہ حنفیہ انوار القرآن سکندر آباد میانوالی، مولانا شبیر احمد مدرس جامعہ سیفیہ ایبٹ آباد، مولانا محمد آصف نعمانی مدرس جامعۃ الامام ابی حنیفہ لاہور، وغیرہ شامل ہیں۔

مزاح خامی نہیں خوبی ہے مزاح سے انسان تازہ دم ہو جاتا ہے گھٹن اور تھکان ختم ہو جاتی ہے ماحول میں دلچسپی اور یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر جلالی کے مزاج میں مناسب مقدار میں مزاح بھی پایا جاتا ہے۔ وہ مزاح کو مذاق نہیں بننے دیتے خرابی تب پیدا ہوتی ہے جب مزاح کو مذاق بنا دیا جائے۔ مزاح سے شگفتگی اور مذاق سے خفگی کی کیفیات جنم لیتی ہیں۔ مزاح، سچی اور گہری بات کا حامل جبکہ مذاق سطحی نوعیت کی ایک شئے ہے ڈاکٹر جلالی بڑے پُروقار انداز میں بڑی آسانی کے ساتھ، مزاح مزاح میں بڑی گہری بات کر کے آگے گزر جاتے ہیں یوں وہ یاروں کے یار بلکہ یاروں کی بہار بن کر اپنی ہر دلعزیزی اور مقبولیت میں روز بروز اضافہ

کرتے چلے جارہے ہیں۔

بڑا پن یہ ہے کہ بڑا ہونے کے باوجود اپنی بڑائی کو انکساری کے ساتھ تبدیل کیا جائے۔ بہت سارے علم سے کورے ڈھینگیں مارتے تو اکثر دیکھے جاتے ہیں۔لیکن میں نے ڈاکٹر جلالی کو ''صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ'' کی اقبالی نصیحت پر بڑی سختی سے اکثر عمل پیرا دیکھا ہے۔وہ ایک دیہاتی بلکہ خالص ''پینڈو'' آدمی ہیں اس لئے رواداری کے تمام تقاضے ہمہ وقت انکے پیش نظر رہتے ہیں۔وہ موجودہ گئے گزرے دَور میں نئی نسل کا بھرم ہیں۔

ان کی اضافی خوبی یہ بھی ہے کہ ان کا مشائدہ بہت تیز ہے اور اپنے مشاہدے کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کر دینے کا کمال بھی رکھتے ہیں۔اپنی پوری بات کو پوری تاثیر کے ساتھ چند لفظوں میں بیان کر دینا بڑا کمال ہے۔تصنیف و تالیف کی دنیا میں بھی ان کا کام لائق ستائش اور قابل داد ہے۔

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے ''توحید باری تعالیٰ'' کے موضوع پر اپنے استادِ محترم مفتی بغداد بحر العلوم حضرت علامہ عبدالکریم محمد المدرس کے نہایت مدلل اور ایمان افروز مضمون کا اُردو ترجمہ کیا۔سرزمین عراق پر اپنے قیام کے دوران مشاہدہ و مطالعہ اور تحقیق کے بعد آپ نے اس حوالے سے تحریر ''سرزمین عراق میں عید میلاد النبی ﷺ'' اور ساتھ ہی ''میلاد النبی کی شرعی حیثیت مع امارات میں عید میلاد النبی ﷺ'' مرتب کیں جو اپنے موضوع پر نہایت جامعیت کی حامل ہیں اور عوام و خواص کے لئے نفع کا باعث ہیں۔

''یورپ میں اسلام کے پھیلتے ہوئے اثرات مع صیہونی دہشت گردی

کی تاریخ سے چند صفحات'' کی اہمیت اپنی جگہ پر مسلم لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے فاضل مولف کی دلچسپی، سوچ اور فکری صلاحیت کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے عالم دین کی نظر زمانے پر ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہے تاکہ دینی اسکالرز زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھ کر بات کر سکے اور وہ موثر ہو۔

''علوم غیب مصطفیٰ ﷺ'' کے عنوان سے ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے جذبہ عشق رسالت مآب ﷺ سے سرشاری کے عالم میں کتابچہ اس زمانے میں لکھا جب آپ بھکھی شریف میں استاذ العلما شیخ العرب والعجم امام المناطقہ مولانا ملک عطا محمد بندیالوی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں رہ کر حصولِ علم میں مصروف تھے۔ گویا زمانہ طالب علمی کی حسین یادگار بھی ہے اور حضور رسول رحمت ﷺ کے عطائی علم غیب پر ایک عمدہ کوشش وکاوش ہے جو عقیدے اور عقیدت کا حسن ظاہر کرتی ہے۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی ذوق'' محبت عقیدت، علم اور تحقیق میں لپٹی روح پرور تحریر ہے۔

عشرہ مبشرہ کا ذکر نہایت دلنشین انداز میں کیا اور اسے ''جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے نام شائع کیا گیا۔

''چٹا گانگ میں چندروز اور تذکرہ شیر بنگال'' اپنی جگہ پر مستقل سفرنامہ ہے اور بہت عمدہ سفرنامہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ حضرت شیر بنگلہ قادری سیّد عزیز الحق شاہ قدس سرہ، کے احوال و آثار پر بھی کام ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب اپنے موضوع پر معلومات کا عظیم خزانہ ہے۔

''فہم دین کورس'' جو ماہ صیام میں منعقد کیے جاتے ہیں ان کو کیسٹوں سے

اتار کر غالباً چھ حصّوں میں شائع کیا گیا ہے جن میں فہمِ زکوٰۃ، منصبِ نبوّت اور عقیدۂ مومن، محبتِ الٰہی اور اس کی چاشنی، فہمِ دین اور ہماری ذمّہ داریاں خاصی اہمیّت کی حامل ہیں اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ایکس بلاک، پیپلز کالونی گوجرنوالہ کے چیئر مین شیخ محمد سرور اویسی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کہ ساری کتب انہوں نے بڑے اہتمام سے شائع کی ہیں۔ شیخ محمد سرور اویسی کا ذوق اشاعت و طباعت ہے کہ انہوں نے جو بھی کتاب شائع کی اس کے آخر میں دو تین تین مختلف موضوعات کے حامل مضامین بھی شاملِ اشاعت کر دیئے ہیں۔ اس سے اتنا ضرور ہوا ہے کہ مختلف مضامین چھپ کر محفوظ ہو گئے

ڈاکٹر محمد آصف جلالی جو کہ اکثر لکھنے پڑھنے میں ہی مصروف رہتے ہیں آپ نے بلا شبہ اب تک سینکڑوں موضوعات پر قلم اٹھایا اور علمی مواد کو جمع کیا، تحقیق کا حق ادا کیا اور مذہب مہذّب اہلِ سُنت و جماعت کی وکالت کا فریضہ نبھایا۔

آپ نے متعدّد ممالک کے تبلیغی دورے کئے اور آپ کے خطابات سے خلق خدا کو دور دور تک فائدہ ہوا جس میں متحدہ عرب امارات، بنگلہ دیش، ھانگ کانگ، قابلِ ذکر ہیں۔ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی بہترین مناظر بھی ہیں انہوں نے زمانۂ طالب علمی سے ہی میدانِ مناظرہ میں قدم رکھا اب تک متعدّد بھر قابلِ ذکر کامیاب مناظرے کر چکے ہیں فقہِ حنفی ان کا خاص موضوع ہے۔ "فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات" جہاں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی بہترین کاوش ہے وہاں فنِ مناظرہ سے دلچسپی رکھنے والے طلباء کے لئے مینارۂ نور اور چراغِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

منڈی بہاؤالدین (پنجاب) کے قریب میں موضوع مرالہ ہے وہاں ڈاکٹر جلالی نے "دعا بعد از نماز جنازہ" کے موضوع پر ایک تاریخ ساز اور فیصلہ کن مناظرہ کیا جو آپ کے زمانہ طالب علمی کے مناظروں میں سے اہم مناظرہ ہے۔ جبکہ زمانہ طالب علمی ہی میں ملنوالی کلاسکے گوجرنوالہ میں رفع یدین پر تاریخی مناظرے میں فتح حاصل کی۔

آپ فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے تحریر و تقریر دونوں محاذوں پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس حوالے سے ایک خالص علمی نوعیّت کا کردار ادا کیا آپ نے اس فتنۂ کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے عملی جوابات دیئے۔

''ظہور امام مہدی علیہ اسلام مع رفع حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اور قادیانی'' کے نام سے کتابچہ اپنی نوعیّت کے منفرد کاوش ہے۔ آپ نے معجزہ مصطفیٰ ﷺ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات و افکار کے حوالے سے ''امام اعظم بحیثیّت بانی فقہ'' خالص علمی و تحقیقی انداز میں کتاب کی تالیف کی۔ ''خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام'' کے عنوان سے ان کی کتاب اپنے موضوع پر منفرد شان کی حامل ہے اور خاصے کی شئے ہے۔ "نمازِ تراویح ۲۰ رکعت" کے اثبات میں خوب کتاب لکھی۔ ان کی تازہ کتاب ''ربطِ ملّت اور اہلِ سُنّت و جماعت کی ذمہ داریاں'' اپنی جگہ پر دعوتِ فکر و عمل ہے۔

''محبت ولی کی شرعی حیثیّت'' تصوّف سے محبت رکھنے والوں کے لئے تو خاص تحفہ ہے جبکہ عامۃ المسلمین کے لئے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والی بہترین کتاب ہے۔ ان کی تقریریں جس کے ماحول میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور

پھوار کی طرح ہیں ان کے سامعین ان جھونکوں اور پھوار کو آبشار بنتا دیکھتے ہیں۔اور خوب محفوظ و مستفید اور مستفیض ہوئے ہیں۔

میرے استاد اور محبوب شاعر و قلمکار مخدوم محترم ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی نے ایک دفعہ کہا تھا ''توحید اور رسالت کے امتزاج سے وہ تکمیل میسر آتی ہے جو بندہ مومن کے سراپے میں انقلاب آفرین دلآویزی پیدا کر دیتی ہے۔'' ڈاکٹر جلالی جب توحید و رسالت کے عنوانات سے گفتگو کرتے ہیں۔تو واقعی وہ انقلاب آفرین ولآویزی محسوس ہوتی ہے۔جو اس موضوع کا ہی خاصہ ہے۔

ان کا وجود اہلسنت بلکہ اہلِ اسلام کی عزت ہے۔ہمارا معاشرتی ماحول خاصا افسوس ناک ہے۔آج جبکہ کسی باعزت شخصیت کے وقار کو بحال رکھنا ایک مسئلہ ہے خدا خیر کرے۔بدگمانیاں، الزام تراشیاں' جیلسی پن' پتہ نہیں کیا کیا گُل کھلائے گا ؟ایسے ماحول میں ڈاکٹر محمد اشرف جلالی کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ان کا نام وقار کا استعارہ ہے۔میرے ان الفاظ میں نہ تو کوئی بناوٹ ہے اور نہ ہی یہ الفاظ کسی تکلف کا ثمرہ ہیں۔ بلکہ میرے دل کی آواز ہیں جو قلم کے ذریعے قرطاس پر بکھر رہے ہیں خداوند متعال اس عظیم فرد کو ہر حاسد کے حسد اور بدنیتوں کے شر سے محفوظ و مامون رکھے۔

آپ ''ادارہ صراط مستقیم'' کے پلیٹ فارم سے جگہ جگہ درسِ قرآن اور فکر آخرت کانفرنسز میں مصروف رہتے ہیں آپ کی تقریباً دو ہزار موضوعات پر مشتمل آڈیو، اور ویڈیو کیسٹس اور سیڈیز ملک میں اور بیرون ملک میں پھیل چکی ہیں۔آپ کی ویب سائٹ ''صراطِ مستقیم'' کے نام سے پوری دنیا میں پیغامِ حق سنا رہی ہے۔

مفسرِ قرآن مفکرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور کے پرنسپل اور شیخ الحدیث ہیں۔ علم واہل علم سے ان کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے کیوں نہ ہو وہ ماضی قریب میں برصغیر کے عظیم مدرس وفقیہ اور ولیٔ کامل حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد پیر سیّد جلال الدین شاہ قدس سرہ بانی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کے براہِ راست مرید باصفا ہیں اور انہی کے تربیّت یافتہ ہیں۔ بلکہ ڈاکٹر جلالی صاحب کو حضرت حافظ الحدیث کی کرامت کہا جاتا ہے۔ گیارہ سال آپ نے عظیم درس گاہ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں حاضر رہ کر اکتسابِ فیض کیا۔

قرآن کریم کے ساتھ ان کا تعلق بڑا مستحکم ہے۔ اور انہیں خدا کی کتاب کے ساتھ دلی محبت ہے۔ انہوں نے فقط سات ماہ کی قلیل سی مدّت میں قرآن کریم حفظ کیا اس کے بعد مسلسل مصلیٰ سناتے رہے اور اب تک ۲۲ مصلّے سنا چکے ہیں۔ جامعہ پنجاب سے عربی میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے زیر اہتمام الشہادۃ العالمیہ کے امتحان میں پورے پاکستان کو ٹاپ کیا۔ قائدِ اہلسنت شیخ الاسلام حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی قدس سرہ کے فرمان اور ایماء پر مدرسہ قادریہ بغداد شریف (عراق) حصولِ علم کے لئے گئے۔ وہاں انہوں نے مختلف یونیورسٹیوں کے اصحابِ علم فضل سے استفادہ کیا متعدّد لائبریریوں اور مخطوطات کے مراکز میں تحقیق و تدقیق کے مراحل طے کئے بہت سی روحانی درگاہوں میں زیارت و فاتحہ کے ساتھ مطالعہ کتب کا اہتمام کیا اور انٹرنیشنل مفکرین اور سکالرز سے اہم امور پر تبادلۂ خیال کیا انہوں نے مستنصریہ یونیورسٹی بغداد شریف

سے جدید عربی میں ڈپلومہ کیا اور وہاں پر اپنی برتری کو برقرار رکھتے ہوئے اوّل پو
زیشن حاصل کی نیز آپ نے سرزمینِ عراق میں علم وفن کی اتھارٹی حضرت مفتی شیخ
عبدالکریم محمد المدرس قدس سرہ کے حلقے میں دربارِ غوث اعظم میں خوب اکتساب کیا
اور دیگر وظائف اور رُوحانی اجازتوں کے علاوہ بالخصوص اجازت تدریس علوم سے
نوازے گئے۔ جو شیخ نے اپنے بہت ہی کم شاگردوں کو دی ہے۔ ڈاکٹر محمد اشرف
آصف جلالی نے عربی ادب میں فقہ حنفی کے مخطوط پر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔
ڈی کی۔ ممتاز ماہرِ تعلیم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ان کے ایڈوائزر تھے۔ انہیں یہ اعزاز بھی حا
صل ہے کہ بغداد معلّٰی میں حضور پُرنُور غوث العالمین غوث الثقلین میراں محی الدّین
سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے آستانہ مبارکہ پر نمازِ تراویح میں پورا قرآن
سنایا۔ جو حضرت محبوب سبحانی غوثِ صمدانی سیّدنا غوث الانس والجان رضی اللہ عنہ کی
بارگاہ میں ان کی قبولیّت کی بین دلیل ہے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ نے
گیارہویں والے پیر کے دربار میں گیارہواں مصلّٰی سنایا۔

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اہلِ زبان کی طرح عربی بولتے ہیں۔ انہیں
عربی زبان وادب پر پوری طرح عبور حاصل ہے انہوں نے کئی کتابوں کا اردو سے عر
بی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور عربی زبان میں متعدد آرٹیکل ہیں۔ عرب دنیا سے جب بھی
کوئی معزز مہمان اس پاک وطن کی سرزمین پر قدم رکھتا ہے تو ہر ایک کی یہ خواہش
ہوتی ہے کہ ترجمانی کے لئے ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کو دعوت دی جائے۔

آپ بریلی شریف کی تجلی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کی تعلیمی
خدمات کا ایک حوالہ ہیں۔ آپ کو اگرچہ فاضل بغداد شریف بھی کہا جاتا ہے۔ مگر

بقول آپ کے آپ تعلیمی استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے ''میڈان جامعہ محمدیہ'' ہیں۔ اور حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد ان کے عظیم المرتبت صاحبزادگان جناب حضرت پیر سیّد مظہر قیوم مشہدی، حضرت پیر سید محمد محفوظ مشہدی اور حضرت پیر سید محمد عرفان مشہدی صاحب کی طرف سے تکمیلِ علوم کے سلسلہ میں سرپرستی پر ممنون ہیں اور انکے نہایت معتمد گردانے جاتے ہیں۔

ہمارا بھائی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی بہت زیادہ پڑھتا ہے۔ مجھے خورشید گیلانی نے ایک دفعہ بتایا تھا کہ ''میں نے شاید زندگی میں اتنی روٹیاں نہیں کھائی ہوں گی جتنی کتابیں پڑھ لی ہیں'' میں ڈاکٹر جلالی کے معاملہ کو بھی مطالعہ کے باب میں اس سے مختلف نہیں سمجھتا۔

وہ مقبولیت اور احترام کے مشترکہ سرحدوں کے مسافر ہیں۔ وہ ایک وسیع الظرف، مہمان نواز اور دل کے غنی انسان ہیں۔ عصری تقاضوں سے خوب آشنا ہیں۔ اور گروہ بندیوں اور دھڑے بندیوں کے ماحول میں ایک واضح مؤقف رکھنے کے باوجود ڈاکٹر صاحب تمام سُنی طبقات میں برابری کی بنیاد پر ایک محترم مقام کے حامل ہیں۔

الحمدللہ ان کا حافظہ، کمال حافظہ ہے اور ناقابلِ یقین حد تک ان کی یاداشت بے مثال ہے۔ ڈاکٹر جلالی کی آواز تو دلوں سے ہمکلام ہوتی ہے۔ بلاشبہ وہ منبر و محراب، مسندِ تدریس اور سجادہ کی آبرو ہیں۔ ان جیسے چند افراد مزید تیار کر لئے جائیں تو معاشرتی سطح پر اندھیرے ٹھکانے لگ جائیں اور عہدِ زوال اپنے انجام کو پہنچ جائے۔ میری رائے ہے کہ ڈاکٹر جلالی کے قلم سے ٹپکنے اور اس کی زبان سے ادا

ہونے والے الفاظ نہ صرف یہ کہ محبوب بن جاتے ہیں بلکہ وہ امر ہو جاتے ہیں میں نے لوگوں کو ان کے الفاظ کو محفوظ کرتے دیکھا ہے۔اور واقعی ڈاکٹر جلالی کی باتیں اس قابل ہیں کہ انہیں محفوظ کیا جائے کیوں کہ انکی باتیں انکی ہی نہیں بلکہ دین، معاشرہ، ملک، ملّت اور اُمّت ہی سے متعلّق اسلامی مؤقف کی ترجمان باتیں ہیں جن کا ابلاغ ہمارا دینی وقومی فریضہ ہے۔اب ان کے دروس قرآن کو ''فہم دین'' کے نام سے شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ جو پوری قوم کے لئے خوش آئند ہے۔ جناب ڈاکٹر آصف جلالی صاحب کے لئے کہوں گا کہ

جب بھی دیکھا تجھے عالم نو دیکھا ہے مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ موصوف کی سعی کو اپنی بارگاہ عالی جناب میں شرفِ قبول بخشے اور ملّت واُمّت کے لئے نافع بنائے۔ آمین

غبارراہِ حجاز

محمد محبوب الرسول قادری

ایڈیٹر ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور

صدر۔کونسل آف جرائد اہل سنت پاکستان

۱۰ ستمبر ۲۰۰۶

اسلامک میڈیا سنٹر لاہور

0300-9429027

باب نمبر 1

فہمِ دین اور ہماری ذمّہ داریاں

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَحْمَدُکَ اَللّٰھُمَّ یَا مُجِیْبَ کُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ ذَوِی الْفَضَائِلِ.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم.

(پارہ ۱۱، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۲)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ اَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ اور حضور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسارِ زماں، سیدِ سروراں، حامیٔ بیکساں، ختم الرسل، مولای کل، احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود و سلام عرض کرنے کے بعد اربابِ فکر و دانش نہایت ہی معزز و محتشم سامعین حضرات!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج ماہ رمضان المبارک کی نورانی صبح میں حضرات وخواتین کو ''ادارہ صراط مستقیم'' کے زیر اہتمام ''بھٹی میرج ہال'' میں فہم دین کورس کے پہلے درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت تمام کا آنا اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور جن حضرات نے ''فہم دین کورس'' کیلئے کوششیں کی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے۔ رحمت کے دروازے کھل چکے ہیں اور جہنم کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور شیطانوں کو جکڑا جا چکا ہے۔ وجد و سوز کے ماحول میں موسم بہار اور تقوی و پرہیز گاری، کی ہواؤں میں آج ہم اس تاریخی پر وقار اور روحانی پروگرام کا اللہ کے نام سے آغاز کر رہے ہیں۔

وہی مالک و مولیٰ اور ہمارا خالق اور پروردگار ہمیشہ جس کے نام کی برکت سے ہی ہر دور میں چراغاں ہوا اور ہر اچھا کام اس کے نام سے شروع کیا جاتا ہے اور اُس کی دی ہوئی توفیق سے تمام امور اختتام کو پہنچتے ہیں۔ رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحت عافیت کے ساتھ یہ پروگرام سننے سنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ساتھ اس پروگرام میں انٹرنیٹ پر پوری دنیا میں حاضرین و ناظرین شریک ہیں۔ رب ذوالجلال ان کی نیک تمناؤں کو پورا فرمائے اور ہم سب کو فہم دین کی دولت سے مالا مال کرے۔ آمین

میں نے قرآن مجید کی سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کا ایک حصہ تلاوت کیا ہے اور یہی آیت کریمہ ہمارے آج کے موضوع کی روشنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے

لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

تا کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس اُمید پر کہ وہ بچیں۔

محترم حضرات وخواتین:

آج کے درس میں جو ہمارا موضوع ہے اُس کے دو حصے ہیں۔ ''فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں''۔ پھر فہم دین دو لفظوں سے مرکب ہے ایک فہم ہے اور دوسرا دین ہے۔ دین کا ایک لغوی معنی ہے اور ایک اصطلاحی معنی ہے۔

ا۔ پہلے ہم دین کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرتے ہیں۔

دین کا لغوی معنی: عادت، جزاء، مکافات، فیصلہ، طاقت اور سر تسلیم خم کرنا دین کا اصطلاحی معنی ہیں۔

قَانُوْنٌ سَمَاوِيٌّ سَائِقٌ لِذَوِي الْعُقُوْلِ اِلَى الْخَيْرِ بِالذَّاتِ

دین سماوی قانون کو کہتے ہیں جو عقلمندوں کو خیر بالذات کی طرف چلا کے لے جائے۔ اور وہ آسمانی قانون جو ذوی العقول کی خیر بالذات کی طرف رہنمائی کرے اور اُن کو خیر بالذات کی طرف لے جائے۔

كَالْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ النَّازِلَةِ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(دستور العلماء ۱/ ۱۱۸)

جس طرح کہ احکام شرعیہ جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں۔ یہ انسانوں کی خیر بالذات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے انسان جس وقت ان احکام کو سمجھ لیتا ہے اور پھر عمل کرتا ہے تو اُس کو خالق کائنات دونوں جہانوں کی بہتریاں عطا فرما دیتا ہے۔

دین، ملت اور شریعت قریب قریب معانی رکھنے والے الفاظ ہیں۔ ہم جس وقت لفظ دین بولتے ہیں تو اُس سے مراد خاص دین ہوتا ہے۔

ویسے تو کوئی بھی جس کا ضابطۂ حیات اچھا ہو یا بُرا ہو اُس پر دین کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنُ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا کہ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔ لیکن فہم دین میں ہم جس لفظ دین کو اپنے اس شعار میں رکھے ہوئے ہیں۔

اس دین سے مراد وہ لفظ دین ہے جو قرآن مجید میں یوں بولا گیا:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

خالق کائنات جل جلالہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اسلام کو جو دین کی حیثیت سے بیان کیا گیا تو یہ تمام شعبہ جات پر محیط ہے۔ پوری تاریخ کہ اس کا تعلق علوم کے لحاظ سے ہے یا اعمال کے لحاظ سے ہے یا عبادات نظریات کے لحاظ سے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب کو لفظ دین جامع ہے اس واسطے ہمارا سبق فہم دین کورس ہے کہ جس میں ہم تمام شعبہ جات جن پر دین محیط ہے اور وہ قرآن وسنت کے احکام کا گلدستہ جس کو دین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اُس میں اس موقعہ پر مختلف ایام میں اہم موضوعات میں سے تھوڑا تھوڑا سیکھیں گے اور انشاء اللہ

آگے یہ سلسلہ چلتا اور بڑھتا چلا جائے گا۔

فہمِ دین اور ہماری ذمہ داریاں:

فہم کا لفظ تو بالکل آسان سا ہے کہ دین کو سمجھنا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟

سب سے پہلے فہم دین کیلئے جو ذمہ داری ہے وہ گھر سے نکلنا ہے۔ فہم دین کیلئے سفر کرنا ہے اور فہم دین کے شوق میں قدم اٹھا کر فہم دین کی منزل کی طرف رواں دواں ہونا ہے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ

کیوں نہیں ایسا ہوتا کہ ایک گروہ نکلے۔

نَـفَـرَ اسی سفر کو کہتے ہیں یعنی گھر سے نکلنا اور بالخصوص دینِ متین کے حصول کیلئے اور سمجھ کیلئے اور تعلیم کیلئے سیکھنے کیلئے سفر کرنا۔

فہم دین میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟

سب سے پہلی ذمہ داری:

فہم دین کیلئے سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے آرام وسکون کو چھوڑ کر اور اپنے گھر کی مصروفیات کو چھوڑ کر فہم دین کیلئے تھوڑی بہت صعوبتیں برداشت کرنا اور فہم دین کیلئے گھر سے نکلنا ہے۔

آج ہمارے لئے تو یہ بطور سعادت چند قدم رہ گئے کہ گھروں سے نکلیں اور فہم دین کیلئے ایک جگہ پر پہنچیں لیکن ہمارے اسلاف نے اس سلسلہ میں کئے مہینے سفر کیا اور مہینوں کے سفر سے اُن کا شوق ماند نہیں پڑا بلکہ مسلسل سفر کرنے سے اُن کو لذت

محسوس ہوئی اور فہم دین کیلئے انہوں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ وقف کر دیا۔

یہاں تک کہ بخاری شریف ۱/۱۷ میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مہینے کا سفر صرف ایک حدیث کیلئے کیا وہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس صرف ایک حدیث پڑھنے کیلئے پہنچے۔ ایسی درجنوں نہیں سینکڑوں مثالیں ہیں کہ جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس امت نے فہم دین کیلئے کتنی صعوبتوں والے سفر طے کئے اور بلاآخر انہوں نے اپنی منزل کو پالیا تو فہم دین کیلئے سفر کرنے میں کتنی عظمتیں ہیں اور اُس کے اندر کتنا عروج ہے اس کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسلم شریف میں یہ فرمان موجود ہے۔

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ بِہٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم ص ۳۴)

''جو بندہ ایسے راستے پر چلے کہ جس میں علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے اس راستے کی وجہ سے جنت کی طرف جانے والا راستہ آسان کر دیتا ہے''۔

فہمِ حدیث:

جو بندہ دنیا کے مقصد کیلئے نہیں علم کے حصول کیلئے ایک رستے پہ چل نکلا تو اللہ اُس کے ان قدموں کی وجہ سے اُس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرمائے گا۔

یہ قدم جو اٹھا کے دنیا میں گلی میں چلا محلے کی سڑکوں پہ چلتا ہوا دین کے علم کے حصول کیلئے نکلا تو اگر چہ یہ اُس کیلئے کوئی ایسی دشواری نہیں تھی لیکن اُدھر جنت کا راستہ کتنا مشکل ہے وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک راستہ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جس بندے کو یہ مقصود ہو کہ وہ جنت میں آسانی سے داخل ہو جائے پل صراط پر چلتے ہوئے اُسے کوئی مشکل نہ ہو۔ جنت میں اپنا ٹھکانہ اور اپنا مکان تلاش کرنے میں اُسے کوئی الجھن نہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ طلب علم کیلئے سفر کرے تو اللہ ان قدموں کی وجہ سے اُس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔

آج آپ نے اس سلسلہ میں تھوڑا سا سفر کیا اگرچہ ہمیں اسلاف کے ساتھ کوئی خاص مناسبت نہیں ہے کہ انہوں نے جگر پگھلایا' سواریاں تھکائیں اور پھر انہوں نے ایسا مقصد حاصل کیا۔

اب اللہ کے فضل سے ہمارے لئے آسانیاں پیدا ہو گئیں لیکن پھر بھی نیند چھوڑ کے گھر سے نکلنا آرام چھوڑنا اور اپنے دل کو سہارا دے کر فہم دین کی طرف چلے آنا مشکل ہے۔ اس پر آسانی کتنی بڑی ہے یہ دنیا کا راستہ اس پر چلنا اور اس کو کراس کرنا تو آسان سا ہے لیکن جنت کا راستہ بہت مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

سَهَّلَ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ اُس بندے کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا' جو دنیا میں فہم دین کیلئے' دین پڑھنے' کیلئے قدم اٹھا کے نکلے گا اور چلے گا۔ تو اس واسطے یہ پہلی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے آپ نے یہ سفر کیا اور میری یہ گذارش ہے حضرات وخواتین سے کہ ابھی آپ نے اس سبق کے آغاز میں جو لذت محسوس کی ہو گی اس سے کہیں زیادہ روشنی اور لذتیں آگے ہیں اور دنیا میں مشکلات اور مصیبتیں بھی درمیان میں آسکتی ہیں لیکن اس پر جو اجر ملنے والا ہے وہ بہت بڑی آسانیوں کا اجر ہے وہ جنت کہ جس

کے بارے میں لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جانے کا کوئی راستہ ہی نہیں اور وہاں تو بندہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ یہ راہ علم کا فیضان ہے کہ جو بندہ اس پہ چلتا ہے اللہ اُس کیلئے جنت کی راہیں بالکل آسان کر دیتا ہے۔

یہاں تک حدیث میں آتا ہے کہ وہ بندہ دنیا میں اپنے گھر کو اتنا نہیں پہچانتا جتنا جنت میں اپنے گھر کو آسانی سے پہچان لے گا کسی بندے کے بتائے بغیر فوراً جنت میں اپنے محل میں پہنچ جائے گا۔

اس سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں:

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تفسیر کبیر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عُتَقَاءِ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ

جس بندے کو یہ شوق ہے کہ وہ جہنم سے آزاد بندوں کی زیارت کرے۔

فَلْیَنْظُرْ اِلَی الْمُتَعَلِّمِیْنَ (تفسیر کبیر ۱/۲۱۰)

اُس کو علم دین ڈھونڈنے والوں کی زیارت کر لینی چاہیئے۔

جو دین کی طلب میں گھر سے نکلے ہیں اور جن کو دین پڑھنے کا شوق ہے۔ اور دین پڑھنے کا ذوق ہے یہ لوگ عتقآء من النّار ہیں۔ ان کو جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہے تو جس کو جہنم سے آزاد لوگوں کی زیارت کا شوق ہو اُسے ایسے لوگوں کی زیارت کرنی چاہیئے تو دین کے حصول کیلئے نکلے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اٹھا کے کہا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے:

مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ یَخْتَلِفُ اِلٰی بَابِ عَالِمٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ عِبَادَۃَ سَنَۃٍ. (تفسیر کبیر،۱/۲۱۰)

ہر وہ شخص جو علم کے حصول کیلئے کسی عالم دین کے پاس جاتا ہے

یَخْتَلِفُ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آتا ہے اور جاتا ہے۔

دونوں سفر وہاں پہنچنے کا بھی اور واپس آنے کا بھی۔

ان دونوں اسفار میں اُن کو کیا ملتا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

میرا رب اُس کو ہر قدم پر ایک سال کی بندگی کا ثواب دیتا ہے۔

عِبَادَۃَ سَنَۃٍ سال کی بندگی کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

راہِ علم میں اٹھنے والے قدم کتنے بابرکت ہیں۔ دین کے شوق میں گھر سے نکلنا کتنی بڑی سعادت ہے۔ ان کو اس لئے جہنم سے آزاد قرار دے دیا گیا کہ ایک ایک قدم پر سال کی بندگی کا ثواب مل رہا ہے اور صرف یہ ہی نہیں۔

بلکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

بَنٰی لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ مَدِیْنَۃً فِی الْجَنَّۃِ

اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے جتنے بندوں نے دین کو سیکھنے کیلئے قدم اٹھائے ہیں اور جتنی خواتین دین کے حصول کیلئے باپردہ ہو کر دین کے شوق میں گھر

سے نکلی ہیں اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ ان کے ہر قدم پر ایک شہر آباد کرو۔

مَدِيْنَةٌ فِي الْجَنَّةِ

جنت میں اُن کیلئے ایک شہر آباد کردو اور ایک شہر تعمیر کردو۔ پھر فرمایا:

يَمْشِيْ فِي الْاَرْضِ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ

کتنے مبارک قدم ہے کہ جب بندہ چلتا ہے آتے وقت اور جاتے وقت زمین پہ قدم رکھتا ہے تو زمین نیچے سے اس بندے کیلئے گناہوں کی معافی مانگتی ہے جب قدم اٹھاتا ہے پھر بھی وہ گناہوں کی معافی مانگتی ہے۔ یہ بندے کیلئے آٹومیٹکلی کتنی نیکیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس کو آتے وقت اور جاتے وقت صرف علم کا شوق ہے باقی یہ سفر یقیناً کعبہ کی طرف نہیں۔ اس کا یہ سفر مسجد اقصیٰ کی طرف نہیں لیکن کتنا بابرکت سفر ہے کہ ہر قدم پر نیچے سے زمین کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ اُس کیلئے دعائیں مانگ رہی ہے جتنے قدم زیادہ اٹھا کے آئے گا اتنی دعائیں زیادہ ہونگی اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو مامور کردیا کہ تو نے اس کا بوجھ بھی اٹھانا ہے اور دعائیں بھی کرنی ہیں یہ بندہ یا خاتون ان کو خالق کائنات جلّ جلالہٗ نے محض اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام سننے کیلئے اور ظلمتوں اور اندھیروں میں اسلام کی روشنی عام کرنے کیلئے انہوں نے عزم قصد اور ارادہ کرلیا ہے تو خالق کائنات نے اُن کو یہیں سے عظمتیں عطا فرمانا شروع کردی ہیں۔ ہر قدم پر جنت میں شہر آباد ہو رہا ہے اور زمین پہ جب قدم رکھ کے چلا جارہا ہوتا ہے تو زمین اُس کیلئے گناہوں کی معافی مانگ رہی ہوتی ہے۔

پھر اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

يُصْبِحُ وَيُمْسِيْ مَغْفُوْرًا لَهٗ

پھر شان یہ ملتی ہے کہ جب ہر قدم پر زمین گناہوں کی معافی مانگ رہی ہے تو پھر بندے کے گناہ کہاں باقی رہ جائیں گے۔ صبح ہو یا شام بندے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی بھی گناہ نہیں ہوتا۔

يُصْبِحُ وَ يُمْسِيْ مَغْفُوْرًا لَهٗ

صبح کے وقت جب دیکھا جاتا ہے تو بخشا ہوا ہوتا ہے اور شام کے وقت بھی بخشا ہوا ہوتا ہے یہ سارے انعامات راہ علم میں جانے کی وجہ سے بندے کو میسر آتے ہیں

شَهِدَتِ الْمَلَآئِكَةُ لَهُمْ بِاَنَّ هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ

اور فرشتے یہ گواہی دے رہے ہوتے ہیں کہ اے کائنات کی مخلوقات تم دیکھ لو یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے:

اس واسطے اس کو معمولی مقصد نہیں سمجھنا چاہیئے اور یہ معمولی مرتبہ نہیں ہے ۔آپ دیکھیں جب کوئی بندہ عمرہ شریف کیلئے جاتا ہے تو کتنے شوق سے اور حج ادا کرنے کیلئے جاتا ہے تو کس قدر شوق سے جاتا ہے۔تو یہ بھی رمضان المبارک کی برکتوں سے کتنا مالا مال ہے۔ گھر سے نکلتے وقت بڑے شوق سے قدم اٹھاتے ہیں اور یہ سارے کا سارا سفر اس چاہت میں ہونا چاہیئے کہ مجھے سکون کیسے آئے گا اگر میری روحانی غذا جو روزہ کے باوجود مجھے مل رہی ہے نہ ملے گی تو مجھے چین کیسے آئے گا۔

اس واسطے پابندی کے ساتھ اس طرف بڑھنا ہے اور اس لذت و چاشنی کو محسوس کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس دین کے اندر رکھی ہیں۔

پھر:

حضرت سیدعمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس سلسلے میں فرمان بھی موجود ہے:
فہم دین کی طرف سفر کرنے میں بندے کو کتنی عظمتیں ملتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَخْرُجَ مِنْ مَنْزِلِهٖ وَ عَلَیْهِ مِنَ الذُّنُوْبِ مِثْلُ جَبَلِ تِهَامَةَ. (تفسیر کبیر ۱/۲۱۰)

انسان اپنے گھر سے نکلتا ہے علم کے حصول کیلئے تو اُس کے کندھے پر تہامہ پہاڑ کے وزن کے برابر گناہ ہوتے ہیں۔

چونکہ گناہ کا بوجھ غیر محسوس ہوتا ہے اگر بیدار خیال ہو تو محسوس بھی ہونے لگتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جس وقت بندہ گھر سے نکلتا ہے تو اُس کے کندھے پر تہامہ کے پہاڑ جتنے گناہ ہوتے ہیں لیکن ہوتا کیا ہے؟

اِذَا سَمِعَ الْعِلْمَ

جب وہ علم کی بات سنتا ہے، علم صحیح کی قرآن وسنت کی بات سنتا ہے فہم دین کی بات سنتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاسْتَرْجَعَ عَلٰی ذُنُوْبِهٖ

اُس کا دل بیدار ہوتا ہے گناہوں سے تائب ہوتا ہے گناہوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

وَانْصَرَفَ اِلٰی مَنْزِلِهٖ

وَلَیْسَ عَلَیْهِ ذَنْبٌ (تفسیر کبیر ۱/۲۱۰)

فرمایا ''جب وہ گھر واپس پہنچتا ہے تو ایک چھٹانک بھی گناہ کا اُس کے کندھے پر باقی نہیں رہتا۔

وہ تہامہ کے پہاڑ جتنے جو بندے کے کندھے پر گناہ تھے وہ سارے گناہ مجلس علم کی برکت سے جھڑ گئے۔

مجلس علم میں پہنچنے کے بعد صحت عقیدہ کی بنیاد پر اور قرآن وسنت کی حقیقی روشنی کی وجہ سے اُس کو نیکی کی چاشنی ملتی ہے اور گناہوں سے اُس نے توبہ کرلی جب آیا تھا تو کتنا بوجھل تھا کہ اُس کے کندھوں پر گناہوں کا پہاڑ تھا لیکن جب جارہا ہے تو:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت امام رازی نے اس کو روایت کیا جب وہ گھر پہنچتا ہے تو تمام کے تمام گناہ اس کے کندھوں سے گر چکے ہوتے ہیں۔

وَلَیْسَ عَلَیْهِ ذَنْبٌ

اس حال میں گھر پہنچتا ہے تو اس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ اتر چکا ہوتا ہے۔ اتنا بہترین عمل ہے جس کو آج ہم شروع کررہے ہیں۔ اس کی وجہ سے محض معلومات میں اضافہ ہی نہیں ہوگا اس کی وجہ سے ہماری روح کو غذا ہی نہیں ملے گی۔ اس کی وجہ سے علمی ماحول میں بیٹھنے کی توفیق ہی نہیں ملے گی۔ بلکہ اتنا فائدہ ہوگا کہ وہ گناہ جو پہاڑ کی شکل اختیار کر چکے تھے اللہ کے فضل سے وہ گناہ گر جائیں گے اور بندے کے کندھے بالکل گناہوں سے خالی ہو جائیں گے۔ بندے کو ریلیف مل جائے گا اور اُس بندے کیلئے تقویٰ کا حصول بالکل آسان ہو جائے گا۔

یہاں ایک لمحہ کیلئے یہ بھی غور کر لیجئے۔

جب ہمارا یہ جزوی سا عمل اور تھوڑا سا عمل ہے تو اُس کیلئے بھی ہمیں ان احادیث سے اور آثار سے بڑے حوصلے مل رہے ہیں لیکن اُن لوگوں کا کتنا بڑا مقام ہے جو گھر سے نکلتے ہیں اور پھر دس دس سال تک پڑھتے رہتے ہیں۔ پڑھ کے پوری طرح علم کے سمندر پیتے ہیں پھر واپس اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو اس سلسلے میں بھی ہمیں اپنے بچوں میں سے اپنی اولاد میں سے ایسے لوگ تیار کرنے چاہیئے جو اس راستے میں نکلیں پھر مسلسل پڑھتے رہیں تا کہ اُن کی وجہ سے پورے خاندان کیلئے ایک عظمتوں کا روشن مینار قیامت تک کیلئے روشنی تقسیم کرتا رہے۔

فہم دین کی طرف سفر کرنے کے بعد مجلس علم میں بیٹھنے کی ذمہ داری ہے۔

دوسری ذمہ داری:

مجلس علم میں بیٹھنے کی ذمہ داری ہے۔

یہ ذمہ داری پہلی ذمہ داری سے زیادہ اہم ہے۔

اگر آپ نے سفر کر لیا لیکن جب مجلس علم میں بیٹھے علم دین کی کلاس میں پہنچ گئے تو نیند آ گئی' سو گئے' اُس کے بعد خیال گھر چلا گیا اُس کے بعد خیال اور سوچ دوکان پہ چلی گئی تو اب کتنا بڑا خسارہ ہوگا وہ مقدس سفر کہ جس کے قدم قدم پر ثواب ملنا تھا۔ اب بیٹھ کر اُس کو بے خبری کے انداز میں گزار دیا' دائیں بائیں دیکھتے رہے اور اصل مقصد کی طرف متوجہ نہ ہوئے کرسی پہ بیٹھے ہوئے سو گئے تو یہ انسان کیلئے خسارے کا سودا بن جائے گا۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جتنا بڑا منصب ہو اتنی بڑی ذمہ داری ہوتی

ہے۔ایک چوکیدار کی ذمہ داری اور طرح کی ہے اور ایک حکمران کی ذمہ داری اور طرح کی ہے۔جس کے ذمے تھوڑا سا کام ہے اُس کی ذمہ داری بھی تھوڑی ہے۔اُس کی اجرت بھی تھوڑی ہے اور جس کی بہت بڑی ڈیوٹی ہے ذمہ داری بھی زیادہ ہے اور اُس کا انعام بھی بہت زیادہ ہے۔

تو آپ اس سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں بیٹھتے وقت کتنا محتاط ہو کر بیٹھنا ہے اور کتنا بیدار ہو کے بیٹھنا ہے کہ ہم ایسے بیٹھیں جیسے محفل میں بیٹھنے کا صحیح حق ہے کیونکہ اس کے لئے اہتمام ایسا ہے کہ ہم اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور حاضری بھی ایسے ہونی چاہیئے جو اُس اہتمام کے شایان شان ہو۔

صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ
یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَ یَتَدَارَسُوْنَہٗ بَیْنَھُمْ اِلَّا
نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ
وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ
وَ حَفَّتْھُمُ الْمَلَآئِکَۃُ
وَ ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میری اُمت میں سے کچھ لوگ حضرات وخواتین کسی گھر میں اکٹھے ہو جائیں پھر اللہ کا قرآن پڑھا جائے

اور پھر اُس کا درس دیا جائے

تو اُن لوگوں کے دلوں پر سکون کی برسات ہوتی ہے

اور رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہے۔

اور فرشتے آ کے ان کا طواف کرتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ حریم قدس میں فرشتوں کے سامنے ہر ایک کا نام لیتا ہے

اب آپ ذرہ غور کریں اس حدیث شریف کے معانی و مفہوم میں کہ فرشتے طواف کرنے آئے ہوئے ہوں اور ہم کرسیوں پر سوئے ہوں تو اس سے کتنا غلط تاثر اُجاگر ہوگا اور کتنا بندے کا نقصان ہو جائے گا۔ فرشتے آئے ہیں اللہ نے اُن کو بھیجا ہے کہ جاؤ یہ آرام کا وقت چھوڑ کر گھر سے نکلے ہیں اور میرا دین سمجھنے کے شوق سے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ تمہیں میں بندگی کا ثواب دوں گا تم ان کے گرد چکر لگاؤ وہ تمہارے گرد چکر لگانے کیلئے آ گئے' اُن کو اس پر بندگی کا ثواب ملے گا اور اگر ہم کسی اور چکر میں پڑے ہوئے ہوں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہماری حاضری ہے اُس میں کتنی خرابی لازم آئے گی کہ وہ فرمائے گا میں نے فرشتوں کو بھیجا ہے کہ تم ان کے گرد چکر لگاؤ یہ اس وقت اتنے عظیم ہو گئے ہیں کیونکہ:

يَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ

آپس میں قرآن کا درس سن رہے ہیں اور لے رہے ہیں یہ عظیم ہو گئے ہیں' فرشتو! ان کے گرد چکر لگاؤ تم کو بندگی کا ثواب دوں گا اگر اس میں ہم نے ذمہ داری کا احساس پیدا نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غضب پہ آ جائے کہ دیکھو میں نے ان کے اہتمام کیلئے فرشتوں کو بھیجا ہے اور یہ پھر آ کے سوئے ہوئے ہیں تو اس واسطے آپ بہت

بڑے منصب پر پہنچ گئے ہیں اور یہاں اس منصب کی پھر ذمہ داریاں بھی ہیں۔

ان کو بھی پیش نظر رکھنا ہے اور بالکل دوسرا کسی قسم کا کوئی خیال ذہن میں نہ آنے پائے اور نیند کو پیچھے گھر میں چھوڑ کر آ جانا ہے۔ تا کہ پھر بار بار جگانے کی ضرورت نہ پڑے اور تمام درس میں اس حدیث کو سامنے رکھیں کہ سکون کی برسات ہو رہی ہے اور رحمت نے ڈھانپ لیا ہے اور اُس کی آغوش میں ہم سب موجود ہیں اور فرشتے ہمارا طواف کر رہے ہیں اور پھر:

ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ

اللہ تعالیٰ حریم قدس میں، فرشتوں کے سامنے ہر ایک کی حاضری لگا رہا ہے یہ درس قرآن فرش زمین پر ہو رہا ہے اور اس کو سننے کیلئے بے تاب فرش زمین پر بیٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش بریں پر تمہاری حاضری لگا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ہمارا ہر ایک کا نام لے رہا ہے ہمارا سو فیصد یقین ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہم کو یقین ہے۔

یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے ہمیں تو ہرگز خبر نہ ہوتی اُن کی بات پر یہ بات بیان کر رہے ہیں۔

؎ سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

جو کچھ ہونے والا ہے اُن کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دیکھ کر آپ نے بتا دیا:

ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ

کوئی بھی غافل نہ رہے اللہ تعالیٰ ذکر کر رہا ہے فرشتوں کے سامنے کہ اے

فرشتو! فلاں بھی فہم دین میں آیا ہے اور فلاں بھی آیا ہوا ہے۔ فلاں خود آیا ہے اور فلاں کا ساتھ بیٹا بھی آیا ہے اور اس کے دوست بھی آئے ہیں اور فلاں کی ہمشیرہ بھی آئی ہے فلاں کی والدہ بھی آئی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ حریم قدس میں فرشتوں کے سامنے حاضری لگا رہا ہے تو اُس حاضری کا اہتمام ہونا چاہیئے اور پھر اس لحاظ سے بھی کہ آج تو حاضری لگے لیکن کل ہی ناغہ ہو جائے یہ قسمت کی بات ہے پتہ نہیں کہ بعد میں کوئی ایسا موقع بنتا ہے کہ نہیں بنتا آئندہ ماہ رمضان المبارک میں کتنے ہم میں سے ہونگے اور کتنے نہیں ہونگے پھر افسوس کرتے رہو گے کہ:

موسم بھی تھا بیج بھی دامن میں تھا مگر

بونے کا وقت خواب تغافل میں کھو دیا

اب وقت ہے اور اس میں پوری طرح بیداری کے ساتھ اور اپنے تمام ذرائع کو بروئے کار لا کر جتنے لوگوں تک اس پیغام کو پہنچا سکتے ہو یہ آپ کی ان کیلئے خیر خواہی ہے کہ اُن کو پتہ نہ چلے آپ برکات لوٹتے رہیں کتنا نقصان ہو جائے گا سب کو آپ بتائیں کہ ایسی بہار آباد ہوگئی ہے۔ خود بھی اس میں آنا ہے اور اوروں کو بھی اس میں لانا ہے اس کی وجہ سے برکت جو حاضری میں ہوگی کہ جب اللہ کے دربار میں حاضری لگے گی تو یہ بھی ذکر ہوگا کہ یہ خود بھی آیا ہے اور اتنے لوگوں کو ساتھ بلا کے بھی لایا ہے اور اتنے لوگوں تک اس نے دعوت کو پہنچایا ہے۔

اس وقت حاضری کے دوران کی جو صورتحال تھی اس پر میں ذمہ داری کے لحاظ سے تبصرہ کر رہا ہوں اب دیکھو:

ایک شخص بڑی قیمتی زمین خریدے وہ زمین زرخیز بھی ہو اُس کو سیراب بھی کرے اُس میں ہل بھی چلائے اور پھر موسم بھی کاشت کا آجائے پھر وہ قیمتی بیج اُس زمین میں بو دے لیکن چڑیوں سے اُس کی حفاظت نہ کرے چڑیاں آ کے چگ جائیں تو بتاؤ پہلے سارے عمل کا اُس کو کوئی فائدہ ہوگا؟

جو اُس نے قیمتی زمین خریدی اور زمین کا میرہ ہونا' زرخیز ہونا اور پھر اُس کو پانی لگانا اور پھر موسم کا بھی ہونا اور قیمتی بیج بھی ہونا ساری چیزیں اُس نے کر لیں لیکن ایک آخری چیز کو اُس نے چھوڑ دیا کہ کھیت میں جب اُس بیج نے بکھیرا تو اس نے بیج بونے کے بعد چڑیوں سے اُس کی حفاظت نہیں کی خود آ کر سو گیا۔ تو وہ بیج کیسے جڑ نکالے گا کیسے کونپل نکلے گی، کیسے اُس پر ہریالی آئے گی' اب وہ امید رکھے کہ میں فصل کاٹوں گا تو وہ کہاں سے فصل کاٹے گا تو آپ نے یہاں پہنچنے تک جتنا بھی کام کیا اور جو درس ہو رہا ہے تو یہ بیج کاشت کیا جا رہا ہے' بیج بھی بڑا قیمتی ہے آپ کے دلوں کی زمین بھی بڑی زرخیز ہے۔ رمضان شریف کا موسم بھی بڑا اچھا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے اس کی چڑیوں سے نگرانی نہ کی تو پھر عید کے دن آپ کہیں کہ فہم دین کورس میں سے نیکیوں کا خرمن ملنا چاہیئے پھر اُمید عبث اور رائیگاں ہوگی تو نیند اس وقت جو آپ کو آئے گی تو یہ وہ چڑیاں ہیں جو فصل کا بیج چگ کر بندے کو بالکل محروم کر دیتی ہیں۔

یہ نیند اور باقی دیگر خیالات جو ہیں ان کو آپ نے اپنے لئے دشمن سمجھنا ہے کہ اس وقت سب کچھ ہم نے کر لیا پھر اوپر سے اگر نیند آ گئی تو یہ یوں ہے کہ بیج چڑیاں چگ گئیں تو پھر پیچھے آپ کیلئے کوئی چیز ایسی نہیں ہوگی کہ جس سے وہ ساری فضیلتیں مل سکیں جو حدیث شریف سے مجلس علم میں بیٹھنے سے ملتی ہیں۔

یہاں بیٹھنے کی ذمہ داری ہے کہ بات کو توجہ کے ساتھ سمجھنا ہے اس ذہن کو بچا بچا کے نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اس کو اچھی طرح کھپائیں۔ باقی باتوں میں باریک بینی کے ساتھ سوچتے ہو تو یہاں بھی کوئی بخل نہ کیجئے اگر کوئی بات مشکل ہے تو اُس میں بھی پوری طرح توجہ کیجئے۔

موسم بہار ایسا ہے اور زمین کی زرخیزی بھی ہے اور بیج بھی بڑا اچھا ہے۔ ضرور فصل رنگ لائے گی انقلاب انشاء اللہ آئے گا۔ لیکن آپ نے پوری توجہ کے ساتھ آپ نے اس میں سہل پسندی کو ترک کر دینا ہے اور دین کی اچھی باتیں سمجھنے کا ذوق پیدا ہو شوق کے ساتھ ساتھ یہ آداب بھی پیش نظر رکھیں۔

اس کے لئے یہ مثال سامنے رکھیں۔

آپ اس وقت سلیکٹڈ لوگ ہیں اس وقت سوسائٹی میں سے اس محفل میں آپ آبیٹھے ہیں اور آپ پیچھے رہنے والوں کیلئے بھی نمائندہ ہیں۔ آپ ایسی دنیا سے آئے ہیں جن کے پیچھے دنیا بلک رہی ہے اور پیاس سے جان بلب ہو چکے ہیں آپ گھڑا بھرنے کیلئے آ گئے ہیں کہ میں خود پانی پی لوں اور پیاسوں کو جا کے پلاؤں اور اگر گھڑا ہی آپ اُلٹا رکھ دیں تو دوسروں کی طرف کس طرح آپ لے جاسکیں گے۔ پچھلے جو تڑپ رہے ہیں اُن کی انتظار کیسے ختم ہوگی اور اُن کو آپ کیسے پلا سکیں گے یا یہ کہ بارش برس رہی ہے آپ اس طرف توجہ نہیں کر رہے اپنی باتوں میں مصروف ہو جائیں گے تو پھر بہت سے لوگ جو غیر حاضر ہیں کسی جہت سے بھی اُن تک جو پیغام پہنچانا ہے اُن کی تڑپ اور پیاس کو بجھانے کیلئے یہ بات ضروری ہے یہاں ذمہ داری کے ساتھ اور بیداری کے ساتھ تشریف رکھیں اور اچھی طرح اپنے دلوں کے گھڑے بھر کے لے

جائیں تاکہ رہتی دنیا تک اس سوغات کو تقسیم کرتے رہیں۔

فہم دین کی تیسری ذمہ داری:

تیسری ذمہ داری یہاں سے جانے کے بعد ہے۔

فہم دین کورس کی تیسری ذمہ داری باقی دو ذمہ داریوں سے اہم ذمہ داری ہے یہاں جو کچھ آپ نے سنا اگر یہیں پلو جھاڑ کے اُس کو چھوڑ دیا تو اپنے آپ کو اس سے فائدہ نہیں ہوگا دیگر لوگوں کو اس کا فائدہ کیا ہوگا۔

تو جو سنا جائے اُس میں جو عمل کی حیثیت ہے عمل والا سبق ہے فوراً اُس کے بارے میں خاکہ بنایا جائے کہ میں اس پر عمل کیسے کروں گا۔ پہلے تو مجھے اتنا پتہ نہیں چلا کہ یہ کام اتنا ضروری تھا اور اتنے سال مجھ سے قضا ہوتا رہا۔ اب میں اس کو نہیں چھوڑوں گا تو فوراً اُس پر عمل کیلئے اپنی پلاننگ کرے۔ یہ تیسری ذمہ داری ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد جو آپ نے سنا ہے اس پر عمل کیسے کرنا ہے۔

اور اُس کو اپنی سیرت میں کیسے اتارنا ہے۔ اُس سے سیرت کو کیسے معطر کرنا ہے اور کیسے منور کرنا ہے۔ یہ تیسرے نمبر پر ذمہ داری ہے اور پھر جو آپ نے سنا ہے اس کو اپنے آپ تک محدود ہی نہیں رکھنا بلکہ آگے لوگوں تک بھی پہنچانا ہے جو کسی طرح اس فہم دین کورس میں نہیں آسکا۔ وہاں آپ نے جا کر دستک دینی ہے اور اس فہم دین کا پیغام پہنچانا ہے اور یہ بڑی ذمہ داری ہے اس کی برکت آج ہی نہیں بلکہ اُس دن بھی ہوگی سب گلاب چہرے جس دن مرجھا چکے ہونگے۔ اگر آج آپ نے سن کے آگے سنایا تو اللہ تعالیٰ اُس دن بھی تمہیں گلاب کی طرح مسکراتا رکھے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث صحیح ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ
فَحَفِظَهَا وَ وَعَاهَا وَ اَدَّاهَا

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو خوش رکھے
نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ
اللہ تعالیٰ اُس بندے کو تروتازہ رکھے۔غم اُس کے قریب نہ آئے۔
سَمِعَ مَقَالَتِیْ
جس نے میرے دین کی بات کو سنا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو خوشیاں دے جس نے میری بات کو سنا۔

فَحَفِظَهَا اُس کو یاد کرلیا
وَوَعَاهَا اُس کو محفوظ کرلیا
وَاَدَّاهَا اور پھر اُس نے وہ بات جا کر کسی بندے کو سنا دی۔

اب اس مقام پر اُن تینوں مراحل کا ذکر ہے جو قرآن مجید کی آیت میں موجود ہیں۔

سَمِعَ مَقَالَتِیْ میری بات کو سنا اور پھر ذمہ داری کیا ہے۔
فَحَفِظَهَا پھر اُس نے حدیث کو یاد کرلیا۔
وَوَعَاهَا اُس کو اپنے پاس محفوظ رکھا
وَاَدَّاهَا اُس کو اپنے پاس رکھ کے بھلا ہی نہیں دیا بلکہ اُس نے آگے دوسروں کے سامنے اُس کو بیان بھی کر دیا۔جس طرح آیت کریمہ میں ہے:

لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ دین میں فقاہت حاصل کرے۔

وَلِيُنْذِرُوْا پھر واپس جا کے اوروں کو بھی ڈرائیں۔

دوسروں تک بھی یہ پیغام پہنچائیں تا کہ دوسرے بھی عذاب سے بچ جائیں

ان تینوں ذمہ داریوں کے نیچے درجنوں ذمہ داریاں ہیں۔

یہ ذمہ داریاں آیت سے بھی سمجھ آ رہی ہیں اور حدیث شریف سے بھی سمجھ آ رہی ہیں۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ

یا اللہ! اُس بندے کو خوش رکھ جس نے میری بات کو سنا اور سن کے اس کو یاد کر لیا۔

آپ اس درس کو یاد کریں اور دوسروں تک یہ پیغام عام کریں اس کا فائدہ کیا ہوگا جب حشر کے دن سارے لوگ مرجھائے ہوئے ہونگے' پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے' گرے پڑے ہونگے' بڑے بڑے تاجوروں کے تاج اُچھل چکے ہونگے' بڑی بڑی اونچی کرسیوں والے نیچے گرے پڑے ہونگے' اُس وقت کیا ہوگا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے میرا قول یاد کیا پھر آگے دوسروں کو سنا دیا اللہ تعالیٰ اس کو اونچی کرسی پہ بٹھائے گا۔

اس کو اللہ خوش رکھے گا' اس کو اللہ تر و تازہ رکھے گا' اس کا چہرہ نہیں مرجھائے گا' حشر کی اُس تپش کے اندر بھی جب سورج سوا نیزے پہ آ چکا ہوگا اُس کا گلاب جیسا چہرہ نہیں مرجھائے گا۔ اس واسطے اُس میں فہم دین کی ایک ایسی چمک موجود ہوگی اور ایسی تری اس میں موجود ہوگی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو آباد و شاد رکھے گا۔

پھر یہ بھی غور کیجئے۔

ایک دعا ہمارے اساتذہ کریں ہمارے والدین رشتہ دار دوست بہن بھائی اور ہمارے بزرگان دین کریں تو اُس کی بھی بڑی قیمت ہوتی ہے۔ لیکن یہ دعا ان پیغمبر کی ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کا خصوصی کوٹہ عطا فرما رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دعا مانگتے ہیں تو وہ اللہ کی بارگاہ سے قبولیت کا سہرا پہن کر آتی ہے۔ تو وہ دعا جو آج سے صدیوں پہلے مانگی گئی اگر ہم تھوڑی سی کوشش کریں گے تو اُس کے مستحق بن جائیں گے اگر ہم بھی اس پیغام کو سن کے آگے دوسروں کو سنائیں گے تو ہم بھی اس کے مصداق بن جائیں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ساری بگڑیاں بن جائیں گی اور ساری الجھنیں اور مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ دین و دنیا کے لحاظ سے کامیابیاں و کامرانیاں عطا فرمائے گا۔

فہم دین کے لحاظ سے یہ حدیث بھی اہم ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے اپنی نعت شریف سنی پھر اُن کے لئے دعائیں کیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ محض کوئی شعروں کی صورت میں جواب نہیں دیتے تھے بلکہ وہ مبلغ بھی تھے اور اسلام کے محافظ تھے وہ صرف چند عربی کے اشعار پڑھنے والے نہیں تھے نعت پڑھنا پھر بھی ایک فضیلت ہے جو بھی آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرتا ہے وہ بھی اچھا کام کر رہا ہے۔ لیکن اُس کا مقام کتنا اونچا ہے کہ جس کے لئے اُس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے سوز سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ

اے اللہ! اس بندے کو خوش رکھ جو قیامت کے قریب بھی جا کے میری حدیث کو یاد کرے گا۔ نعت کے ساتھ یہ شوق بھی ہونا چاہیئے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام نے تو اس دین کے سمجھنے کیلئے دعائیں مانگی ہیں اور کتنے درد کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو خوش رکھے گا جو حدیث سنے گا پھر اُس کو یاد کرے گا۔

وَوَعَاهَا ۔ اُس کو اپنے پاس محفوظ رکھے گا اُس کو بھلائے گا نہیں بلکہ اُسے یاد رکھے گا اور دوسروں کو وہ بات سنا دے گا تو اس ذمہ داری کے شوق میں بھی ہمیں یہ احادیث یاد کرنی چاہئیں کہ جن کے وصف ہم اُردو زبان میں بیان کریں تو وہ اتنے اچھے لگتے ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اپنے جملے ہیں وہ تو جو کہ عظمتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ جن میں حکمت ہے اور جن میں روشنی ہے۔ اس سے قبر بھی روشن ہوتی ہے۔ ان احادیث کو اور آیات کو یاد کرنے کا بھی بہت زیادہ شوق ہونا چاہیئے اور ان کو آگے پڑھ کے سنانے کا بھی شوق ہونا چاہیئے۔

ایک وہ بد بخت شخص ہے جس کو فلمی گانے آتے ہیں اور وہ گانے گا تا رہتا ہے۔ اس سے تو وہ اچھا ہے جو نعت شریف کے اشعار پڑھتا ہے۔ اس سے آگے درجہ قرآن مجید کی آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ہے کہ ہمارے بچوں کے کانوں میں مسلسل یہ آوازیں پڑتی رہیں وہ ان آوازوں کو آہستہ آہستہ یاد کر لیں اور پھر اوروں کو سنائیں۔

ایک شخص وہ ہے کہ جس کے بچوں کو گانے آتے ہیں اور دوسرا شخص وہ ہے کہ جس کے بچوں کو اچھی اچھی نعتیں آتی ہیں لیکن وہ کتنا ہی خوش قسمت انسان ہے کہ جس

کا بچہ چار یا پانچ سال کا ہے وہ یہ حدیث پڑھتا ہے۔

نَضَّرَ اللّٰہُ عبداً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَھَا وَوَعَاھَا وَاَدَّاھَا

اب تصور کرو کوئی کتنا ہی بڑا شاعر کیوں نہ ہو آخر وہ لفظ تو اسی کے ہیں لیکن یہ لفظ تو میرے محبوب علیہ السلام کے ہیں جو لفظ میرے محبوب علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہیں اور خود قرآن مجید کی جو آیات ہیں یہ چھوٹوں کو بھی آتی ہوں اور بڑوں کو بھی آتی ہوں اور یہ وہ ذمہ داری ہے کہ جو کہ پہلے سیکھا پھر آئے دوسروں کو کچھ سکھایا جائے جس کی وجہ سے بندے کیلئے عمل کرنا بالکل سہل و آسان ہو جائے گا۔

ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق بھی ہوگی اور دوسرا اس کو شرمندگی بھی ہو گی کہ میں لوگوں کو یہ پڑھ کے سناتا ہوں یہ لوگ کیا کہیں گے کہ ہمیں تو سناتا ہے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا جب آپ دوسروں تک پیغام پہنچائیں گے تو آپ کیلئے معاشرے میں ایک ایسا ماحول بنے گا کہ آپ عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ میں نے خود یہ درس سنا اور جا کے لوگوں سے کہا لیکن میرا عمل اس کے خلاف ہے تو لوگ مجھے کیا کہیں گے لیکن حقیقت میں نیت کی سوئی ہمیشہ اللہ کی ذات کی طرف ہونی چاہیئے کہ لوگ کوئی بات کہتے ہیں یا نہیں کہتے۔ صرف اور صرف محض اللہ کی رضا کیلئے جو سنا ہے اس پر عمل بھی کرنا ہے اور لوگوں تک اس کو پہنچانا بھی ہے اس سلسلے میں آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی سن لیجئے۔

لوگ اپنے دوستوں کو تحائف دیتے ہیں اور بہترین تحفہ تمام تحائف میں سے کون سا ہے۔ میرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ علیشان ہے:

نِعْمَ الْعَطِیَّۃُ وَ نِعْمَ الْھَدِیَّۃُ کَلِمَۃُ الْحِکْمَۃِ

تَسْمَعُهَا ثُمَّ تَحْمِلُهَا اِلٰی اَخٍ لَّکَ مُسْلِمٍ تُعَلِّمُہٗ اِیَّاھَا

(احیاء العلوم ص ۲۱)

تم مکمل بات سنو اور اُس کے اچھی طرح حامل بن جاؤ سمجھو پھر آگے جا کر اس کو بیان کرو۔ نصف بات سن کے آگے بیان کرنا ہو سکتا ہے بیان کچھ کیا جارہا ہو آپ آگے جا کے کچھ بیان کرتے رہیں تو یہ بھی آپ کی ذمہ داری ہے کہ جو بات سمجھی ہے پوری سمجھی ہے۔ پوری سمجھانی ہے اگر غلط مسئلہ ایک جہت سے بھی ہو گیا تو اُس سے آگے بہت بدی پھیل سکتی ہے۔ اس کو یاد کرنے کے ذرائع بہت ہیں۔ اس پیغام اچھی طرح یاد کر کے دوسروں تک پہنچائیں تو یہ ایک تحفہ بھی بن گیا ہے۔ یہ علم وحکمت کا تحفہ ایسا ہو گیا ہے جو آپ کو قبر میں بھی فائدہ دے گا اور حشر میں بھی فائدہ دے گا اور دوست کو بھی فائدہ دے گا۔

آپ نے کسی کو موٹر سائیکل کا تحفہ دیا تو وہ دنیا میں رہ گئی نہ آپ کے ساتھ گئی نہ دوست کے ساتھ گئی لیکن یہ فہم دین کا تحفہ جو آپ یہاں سے وصول کر رہے ہیں اور آگے جا کے اس کی تبلیغ کریں گے اور اس کو تقسیم کریں گے تو یہ ایسا عظیم تحفہ ہے جو آپ کے پاس پھر بھی رہے گا آگے بھی منتقل ہو گا یہ تحفہ صرف یہاں ہی پاس نہیں رہے گا بلکہ قبر میں بھی پاس ہو گا اور آپ اپنے دوست کو اتنا قیمتی تحفہ دے رہے ہیں جو کبھی ٹوٹنے والا ہی نہیں ہے۔

یہ فہم دین کی ذمہ داریاں ہیں۔ یہ تینوں ذمہ داریاں جو آپ کے سامنے میں نے بیان کی ہیں ان تینوں کو آپ نے پیش نظر رکھنا ہے۔ اس وقت کو اور اللہ کی دی ہوئی توفیق کو غنیمت سمجھیں ہو سکتا ہے کل صحت ہی نہ ہو وقت ہی نہ ہو آپ کسی مقدمہ میں یا

کسی جیل میں پہنچ جائیں یہ وقت جو ہے اس کو آپ ہر لحاظ سے غنیمت سمجھیں اور کل پر بات نہ ڈالیں کہ اگلے سال کرلیں گے یا اِس سے اگلے سال کرلیں گے یہی سب کچھ ہے۔ پوری ذمہ داری کے ساتھ جہاں تک پیغام پہنچا سکتے ہو آپ یہ پیغام دوسروں تک پہنچائیں۔ ایک بندہ بھی آپ کی کوشش سے درس قرآن میں آ گیا تو اُس کا عقیدہ محفوظ ہو جائے گا اور عمل سلامت ہو جائے گا تو یہ پوری دنیا سے بہتر ہے۔

ایک ہے پوری دنیا خرید کے صدقہ کرنا اور ایک ہے ایک بندے کو راہ راست کی طرف لگا دینا۔ یہ ایک بندے کو ہدایت کی طرف مائل کرنا یہ اُس دنیا کو صدقہ کرنے کے مقابلے میں بڑی نیکی ہے۔

اس واسطے جنونی بن کے شوق کے ساتھ اس کو مشن سمجھ کے آگے بڑھائیں۔ یہ کوئی رسم و رواج یا کوئی کاروائی نہیں بلکہ یہ صراط مستقیم کی آپ کے دروازہ پر دستک ہے اور یہ دستک مسلسل ہوتی رہے گی۔

اور یہ سعادت صرف ہمارے لئے ہے ہم چند قدم اٹھائیں گے ہمیں وہ دین مل جائے گا جو ہمارے اسلاف نے ہزار ہزار میل سفر طے کر کے جس کو حاصل کیا تھا وہ سارا سمٹ کے اکٹھا ہو کر ہمارے پاس آ گیا ہے اب بھی بدنصیبی ہو گی اگر ہم ان قیمتی لمحات کو ضائع کر دیں گے۔

بخاری شریف میں حدیث شریف ہے:

حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ نے جب صالح بن حیان کو حدیث پڑھائی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَۃٌ لَھُمْ اَجْرَانِ

تین بندے ایسے ہیں کہ جن کو اللہ ڈبل اجر دے گا۔

۱۔ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَ اٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کوئی یہودی یا عیسائی تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ آپ سے پہلے اور نبی کو مانتا تھا اور پھر وہ آپ پر بھی ایمان لایا تو اس کو اللہ ڈبل اجر عطا فرمائے گا

۲۔ دوسرا مملوک غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرتا ہے اس کو بھی ڈبل اجر ملے گا۔

۳۔ مالک کی خریدی ہوئی لونڈی تھی وہ اس کے ساتھ مباشرت کرتا پھر اُس نے اچھا ادب سکھایا اور تعلیم بھی دی پھر اُس کو آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد اُس سے نکاح کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ڈبل اجر دے گا۔

یہ حدیث شریف جس وقت عامر شعبی نے صالح بن حیان کو پڑھائی تو خوش طبعی میں کہنے لگا

اَعْطَيْنَا كَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ

میں نے بغیر کسی شے کے تمہیں یہ حدیث پڑھا دی ہے۔

اَعْطَيْنَا كَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ

میں نے تمہیں یہ جو حدیث پڑھائی ہے اس کے بدلے میں میں نے کوئی عوض نہیں مانگا اور نہ ہی تم نے کوئی عوض مجھ کو دیا۔

اے صالح بن حیان میں نے تم کو یہ حدیث بغیر عوض کے پڑھا دی ہے یہ حدیث کتنی بڑی ہے۔

وَقَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُوْنَهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ

حالانکہ اس سے چھوٹی حدیث کیلئے مدینہ شریف کی طرف سفر کیا جاتا تھا۔ پھر وہ حدیث آتی تھی اور میں نے تم کو مفت میں پڑھادی ہے۔ عامر شعبی کا یہ جملہ ہے کہ ہم اس سے کم کیلئے مدینہ شریف کا سفر کرتے تھے۔ پھر جا کے ہمیں ایسی حدیث میسر آتی تھی اور میں نے تجھ کو مفت میں پڑھادی ہے۔

تو آج ہمارے لئے سعادت ہے کہ وہ کچھ دین کا حصہ جو ہمارے اسلاف نے اکٹھا کیا ہمیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہم نے اُس کو کچھ پڑھ لیا اور آپ کو اللہ نے توفیق دی آپ آ کے بیٹھ گئے اور یہ ادارہ صراط مستقیم کے منتظمین کو یہ توفیق دی انہوں نے اہتمام کر دیا۔ اب یہ چھوٹی سی بات ہے تھوڑی سی کوشش کریں گے تو صدیوں کا سفر طے ہو جائے گا اور ہزار ہا میل کا سفر جو ہمارے اسلاف نے کیا تو اور پھر یہ نورا کٹھا ہوا وہ ہم کو چند منٹوں میں اور مختصر سے وقت میں حاصل ہو جائے گا۔

؎ کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہو گی

یہ سارا شبنمی سلسلہ ماہ رمضان المبارک کے ان لمحات میں ہمارے سامنے ہے میری دعا ہے کہ خالق کائنات صحت و عافیت کے ساتھ اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

باب نمبر 2

محبتِ الٰہی اور اس کی چاشنی

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (سورہ البقرہ، آیت ۱۶۵)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور پُرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں حامیٔ بےکساں، امام المرسلین، خاتم النبیین، احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودت، حاملینِ عقیدہ اہلسنت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین

ربِ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہِ رمضان المبارک کی پُرنور صبح میں آج

ادارہ "صراط مستقیم" کے زیرِ اہتمام فہمِ دین کورس کے دوسرے اہم موضوع میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع "محبت الٰہی اور اُس کی چاشنی" ہے۔ میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلّ جَلَالُہٗ اپنی محبت ہمیں زیادہ سے زیادہ محسوس کرنے کی سعادت عطا فرمائے

میں نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۵ کا ایک حصہ تلاوت کیا ہے خالق کائنات جَلّ جلالہٗ کا فرمان ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

قرآن مجید میں خالق کائنات جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ کچھ لوگ اللہ کے سوا اور محبوب بنا لیتے ہیں۔ وہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ ایمان والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی شدید قسم کی محبت کرتے ہیں

خالق کائنات جل جلالہٗ نے قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام پر بڑی وضاحت کے ساتھ اس محبت کے مضمون کو بیان کیا ہے۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ (سورہ التوبہ، آیت ۲۴)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے

وَاِخْوَانُكُمْ اور تمہارے بھائی

وَاَزْوَاجُكُمْ اور تمہاری عورتیں

وَعَشِيْرَتُكُمْ اور تمہارا کنبہ اور تمہارا خاندان

وَ اَمْوَالُ ٘ اقْتَرَفْتُمُوْهَا اور تمہاری تجارت کے مال اور کمائی کے مال

وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے

وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اور تمہارے پسند کے مکان

اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں۔

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

(پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۲۴)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ یہ بیان کر دیا کہ اس انسان کی جتنی بھی رشتہ داریاں ہیں یا اُس کی محبت کے جتنے بھی زوایے ہیں اُن سب کو سمیٹ کر اُس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جھنڈا بلند ہونا چاہیئے۔

ایک طرف اُس کی محبت اپنے باپ کے ساتھ ہے۔ اپنے بیٹے کے ساتھ اپنی زوجہ کے ساتھ ہے' اپنے کمائے ہوئے مال کے ساتھ ہے' اپنی تجارت کے ساتھ ہے' اپنی کوٹھی اور بنگلے کے ساتھ ہے اور دوسری طرف اُس کی محبت اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور جہاد کے ساتھ ہے جب یہ محبتیں آپس میں متعارض ہو جائیں اور مقابل آجائیں تو مومن وہ ہوگا جو ان ساری چیزوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بلند کرے گا اور ان دو ذوات کی

محبت کو باقی تمام ذوات کی محبتوں پہ غالب کر دے گا۔

تو اس آیت کریمہ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی تفصیل کا ذکر کیا وہاں ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بھی بیان کیا تا کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کوئی فرق ہے۔ خالق کائنات جیسے دوسری چیزوں کی محبت ہم سے چھڑوانا چاہتا ہے ایسے ہی کہیں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ ذکر کر کے اس بات کو واضح کیا کہ اللہ باقی ہر چیز کی محبت تو چھڑانا چاہتا ہے۔

وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابل میں آجائے لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی اپوزیشن نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے اسی واسطے اپنی محبت کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذکر فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف میں اس بات کو ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مستعمل پانی حاصل کر رہے تھے اور اُسے چوم رہے تھے' ماتھوں پہ لگا رہے تھے۔ اُن سے جب پوچھا گیا:

مَا يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰذَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''میرے صحابہ تم ایسا کیوں کرتے ہو' میں وضو کرتا ہوں اور تم میرے وضو کے پانی کیلئے تڑپتے رہتے ہو' جھگڑا کر کے اس کو حاصل کرتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟ تو اس مقام پر صحابہ کرام کا جواب یہ تھا

لِحُبِّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

یہ کام اللہ تعالیٰ کی محبت اور آپ کی محبت کیلئے ہم کرتے ہیں۔

وہاں پر وضو تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' خالق کائنات تو اعضاء سے بھی پاک ہے لیکن اُس مستعمل پانی کے بارے میں صحابہ کرام کا نظریہ یہ تھا کہ اس پانی سے ہمیں دونوں محبتوں کی خوشبو آتی ہے۔

اس واسطے قرآن وسنت میں یہ دونوں محبتیں ہمیشہ یکجا رہی ہیں اور ان کو یکجا ہی بیان کیا گیا ہے اور نفس الامر میں ان دونوں محبتوں کا ایک ہی حکم ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت الٰہی کا حکم جب اپنی اُمت کو دیا تو اس کا انداز بھی بڑا منفرد قسم کا تھا۔

آپ کا فرمان طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے علاوہ حدیث شریف کی متعدد کتب میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَحِبُّوْا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِہٖ مِن نِعَمِہٖ

(جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸۹)

اے میرے صحابہ تم اللہ سے محبت کرو اس واسطے کہ وہ تمہیں نعمت کی غذا دیتا ہے اور وہ تمہیں نوازتا ہے اور وہ تم پر اپنے ابر کرم کی برسات جاری رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے جو باعث ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر سرفہرست اس چیز کو ذکر کیا کہ مومن کو آغاز محبت میں کم از کم اس چیز کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ رب جو کھلاتا ہے' پلاتا ہے اور ہر وقت اُس کے کرم کی برسات ہو رہی ہے۔ تو اُس رب سے ضرور پیار کرنا چاہیئے اُس سے ضرور محبت کرنی چاہیئے جب کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ جس میں اُس کا فضل ہم پہ برس نہ رہا

ہواور کوئی گھڑی ایسی نہیں کہ جس میں اُس کے انعامات اور نوازشات کا سلسلہ جاری نہ ہوتو پھر ہمیں بھی اُس کے ساتھ محبت کرنی چاہیئے اور اُس محبت کا اظہار کرنا چاہیے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دعا میں اکثر یہ جملہ استعمال کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ (شعب ایمان، صفحہ ۳۸۲)

اے اللہ تو اپنی محبت کو میرے لئے میرے کان کے مقابلے میں اور میری آنکھ کے مقابلے میں اور نہایت سخت گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی کے مقابلے میں زیادہ کردے۔

یعنی انسان کو اپنے کان اور اپنی آنکھ سے بڑی محبت ہے کہ یہ میرے اعضاء سلامت رہیں اور طبعی طور پر بندہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے پیار کرتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ دعائیہ جملہ ہے:

وہ کہتے ہیں کہ ہر جہت کی جو محبت ہے اُس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہونی چاہیے اور وہ ہمیشہ اس کے غلبے اور کثرت کی دعا مانگتے رہتے تھے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتماع میں خالق کائنات جل جلالہٗ کی محبت کا بڑا انوکھا واقعہ ذکر کرتے ہوئے اس کی محبت کو واضح کیا:

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس کو روایت کیا ہے۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ صہیب رومی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں میں سے ایک نوخیز ولی کا تذکرہ ایک اللہ کے ولی کی بچپن میں اللہ کے ساتھ جو محبت تھی اور اس کی جو چاشنی تھی

اُس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا۔

آپ تصور کریں کہ وہ کتنے پائے کے ولی ہونگے کہ جن کا تعارف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كَانَ يُبْرِءُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

اُس ولی کی عمر اگر چہ چھوٹی سی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کا مقام اتنا بڑا تھا کہ اللہ کے وہ نوخیز اور نونہال ولی جس مادرزاد اندھے کے چہرے پر ہاتھ پھیر دیتے تھے اللہ اُس کو آنکھیں عطا فرما دیتا تھا۔ جس مریض پر وہ ہاتھ رکھتے تھے اللہ تعالیٰ اُس کو شفا عطا فرما دیتا تھا۔ یعنی اتنا بڑا مقام و مرتبہ اُس کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں تھا۔ اُن کا اظہار اس طرح ہوا کہ ایک قافلہ میں وہ ولی موجود تھے۔ سامنے ایک شیر راستہ رو کے کھڑا تھا' کوئی بندہ اُس راستے سے گزر نہیں سکتا تھا تو قافلہ والے بہت پریشان تھے تو دور کھڑے ہو کر اُس اللہ کے ولی نے ایک چھوٹا سا پتھر پھینکا وہ شیر اُس پتھر کے لگنے کی وجہ سے مر گیا اور تمام کے تمام قافلہ کا وہاں سے گزرنا آسان ہو گیا۔

اس کے بعد بات چلتی گئی' چلتی گئی یہاں تک کہ اُس کے پاس پہنچی "تو اُس وقت کا جو حکمران تھا وہ بڑا ہی فاسق و فاجر تھا بلکہ اُس نے اپنی الوہیت کا اعلان کر رکھا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے آپ کو معبود قرار دیتا تھا۔ اُس کے وزراء میں سے جب ایک شخص نابینا ہو گیا تو اُس کو کسی نے بتایا کہ ایک اللہ کا ولی ہے وہ ہاتھ پھیرتا ہے تو آنکھیں بالکل درست ہو جاتی ہیں لہذا وہ وزیر جب اُس ولی کے پاس پہنچا اور کہنے لگے کہ اتنے اونٹ ہیرے اور جواہرات کے پیش کروں گا آپ میری آنکھوں کا علاج کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے ولی نے کہا کہ مجھے تیرے ان نذرانوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اُس ولی نے جب وزیر کی

آنکھوں پہ ہاتھ رکھا تو اُس وزیر کی آنکھیں درست ہو گئیں اور بالکل روشن ہو گئیں۔

اس طرح بادشاہ کے قرب میں اللہ تعالیٰ کے اُس ولی کا چرچا پہنچا تو بادشاہ نے اُس کو اپنے لئے خطرے کی گھنٹی سمجھا۔ اگر اس حق پرست کی یوں تشہیر ہوتی گئی تو خلق خدا اس کی طرف مائل ہو جائے گی اور پھر جو یہ پیغام دے گا تو لوگ اُس کو تسلیم کر لیں گے۔ جس کے نتیجے میں میرا تختہ الٹ دیا جائے گا۔ تو اُس نے اپنی حکومت کو بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ کے اُس ولی کے ساتھ دشمنی کی۔ اُس کو شہید کرنے کا اُس نے ارادہ کر لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''جب اُس بچے کو گرفتار کیا گیا تو بادشاہ نے اُس سے سوال کیا:

وَلَکَ رَبٌّ غَیْرِیْ

کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے۔ یہ بڑا عجیب سوال تھا اُس بادشاہ کو اپنے الٰہ ہونے پر اتنا گھمنڈ تھا کہ پوچھنے لگا کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کے ولی نے بادشاہ کو جواب دیا:

نَعَمْ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ

ہاں اللہ صرف میرا ہی خدا نہیں بلکہ وہ تیرا بھی خدا ہے۔ میرا رب بھی اللہ ہے اور تیرا رب بھی اللہ ہے۔ میں اُس کا کلمہ پڑھتا ہوں اور اُس کی محبت میں جیتا ہوں اور اُس کی محبت نے مجھے یہ انعام دیا ہے کہ میں نے زندگی کے کچھ لمحات اُس کے قرب میں گزارے ہیں' اُس کی عبادت میں مصروف رہا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ شان میرے ہاتھوں کو عطا کر دی کہ میں ہاتھ پھیرتا ہوں' بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اندھوں کی آنکھیں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے میرے ہاتھ کی برکت سے روشن ہو جاتی ہیں۔

جس وقت بادشاہ نے دیکھا کہ اس پر کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ طاری نہیں ہوئی

اور یہ میرے سامنے بھی اپنے رب کی بات کر رہا ہے تو اُس نے یہ منصوبہ بنایا کہ اس کو کسی طرح راستے سے ہٹایا جائے تو اُس نے خصوصی ٹیم ترتیب دی کہ اس بچے کو پہاڑ پر لے جاؤ جب تم چوٹی پر پہنچ جاؤ تو وہاں سے اس کو پہاڑ سے نیچے گرا دو تاکہ نیچے آنے تک اس کی ہڈیاں بھی سلامت نہ رہیں۔ یہ جو میری سلطنت میں معاذ اللہ ایک فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے میں اس سے سلطنت کو بچا سکوں گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "جب حکومت کے سپاہی اُس بچے کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے جس وقت چوٹی پر جا کر اُس کو نیچے گرانے لگے تو فوراً اللہ کے ولی نے اپنا رابطہ اپنے رب سے بحال کیا اُن کی زبان پر یہ لفظ آ گئے:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ ھِمْ بِمَاشِئْتَ

اے اللہ! یہ مجھے ہلاک کرنے کیلئے اپنی تدبیر کر رہے ہیں اور میرا سب کچھ تو ہے اگر تو اس پر راضی ہے کہ مجھے اس پر گرا دیا جائے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ تیری جو مشیت ہے اُس کے لحاظ سے تو ان کے مقابلے میں میرے لئے کافی ہو جا۔ یہ اپنا کام کر رہے ہیں تو اپنی قدرت کا اظہار کر دے۔ جس وقت اُس بچے نے یہ دعا کی تو اُس پہاڑ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس انداز میں آیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی تو سلامت رہا لیکن بادشاہ کے جو سپاہی اُس بچے کو گرانے پہاڑ پہ چڑھے تھے وہ سارے نیچے گرے اور ان کے پرخچے اڑ گئے اور وہ سارے کے سارے لقمہ اجل بن گئے۔

وہ پہاڑ سے مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا اور شہر کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ کو انتظار تھا کہ ابھی میری ٹیم واپس آتی ہے اور میرے سپاہی آ کے بتاتے ہیں کہ وہ کیسے گرا اور کیسے اُس کی ہڈیاں ٹوٹیں اور کیسے اُس کی جان نکلی۔

لیکن جب اُس نے اللہ کے ولی کو دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کہ وہ بچہ تو صحیح

سلامت واپس پہنچ گیا ہے۔ بادشاہ نے جب پوچھا تو اللہ کے ولی نے کہا ''میرے ساتھ جو گئے تھے مجھے ہلاک کرنے کیلئے اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا' مجھے ہلاکت سے بچالیا ہے اور مجھے محفوظ رکھا ہے''۔

بادشاہ کیلئے یہ بات مزید خطرناک تھی کہ میں نے جن کو ان کے ساتھ بھیجا تھا وہ سارے مر گئے اور یہ بچ گیا۔اب مزید اس کا پلڑا بھاری ہو گیا ہے۔

پھر اُس بادشاہ نے ایک نئی ٹیم تشکیل دی اور کہنے لگا کہ اب اس کو کشتی پر سوار کر لو اور سمندر کے درمیان میں پہنچ کر اس کو کشتی سے دھکا دے دو تا کہ یہ پانی میں ڈوب جائے اور تم واپس آجاؤ۔

جب اُس کو بادشاہ کے سپاہی لے کر سمندر کے وسط میں پہنچ گئے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان سپاہیوں نے اللہ تعالیٰ کے ولی کو پکڑ لیا اور نیچے گرانا چاہتے تھے تو اس ولی نے پھر وہی لفظ بولے اور اپنے رب کو پکارا:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ

اے اللہ! جو تیری مشیت ہے تو ان کے مقابلے میں میرے لئے کافی ہو جا تجھے میں پکار رہا ہوں۔تیری محبت کی وجہ سے اے اللہ یہ میرے دشمن بن گئے ہیں اور یہاں گرانے کیلئے آگئے ہیں۔

جس وقت اللہ کے ولی نے پھر یہ دعا کی تو وہ کشتی اس انداز میں ہچکولے کھانے لگی کہ اللہ کا ولی تو محفوظ رہا لیکن جتنے لوگ گرانے گئے تھے وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے' پانی میں ڈوب گئے اور وہ سلامتی کے ساتھ پھر ساحل پہ پہنچ گیا۔

جب وہ صحیح سلامت شہر میں پہنچ گیا تو پھر بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی کہ یہ کیسا انسان ہے یہ میری تدبیر اور میرے حملوں کے باوجود مر ہی نہیں رہا۔وہ یہ نہیں جانتا تھا

کہ اس کا رب کتنی قدرتوں والا ہے اور اُس کی وہ کس انداز سے حفاظت کر رہا ہے اور اس کا اللہ کتنا قادر مطلق ہے اور اُس کے حکم کے سامنے کسی کا کوئی بس چلتا ہی نہیں۔ اُس بادشاہ کو تعجب تھا اور مزید سوچ رہا تھا کہ میں اس بندے کو راستے سے کیسے ہٹاؤں۔ اگر یہ اسی طرح بڑھتا رہا اور اس کے الفاظ کی تاثیر میری رعایا پر اثر کر جائے گی اور لوگ اس کے خدا کو ماننا شروع کر دیں گے۔

وہ ایسا سوچ ہی رہا تھا کہ اللہ کے اس ولی نے کہا:

کہ تم مجھے کبھی بھی مار نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ تم وہ طریقہ اپنا لو جو میں تمہیں بتاتا ہوں تو بادشاہ بڑا خوش ہوا کہ یہ خود ہی اپنے مرنے کا طریقہ مجھے بتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی نے کہا کہ تم ساری رعایا و عوام کو ایک میدان میں اکٹھا کر لو اور وہاں مجھے ایک ستون پر کھڑا کر دو اور مجھے وہاں کھڑا کرنے کے بعد اپنے ترکش سے ایک تیر نکالو اور اُس تیر کو جب تم کمان میں رکھو تو چلانے سے پہلے یہ الفاظ بولو:

بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ

اس بچے کے رب کے نام کے ساتھ میں تیر مارتا ہوں۔

جب تم میرے اللہ کا نام لے کر مجھے تیر مارو گے تو پھر میری شہادت ہو جائے گی اگر نہ تم جس طرح بھی مجھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرو کے میرا رب مجھے اس طرح نہیں مرنے دے گا۔

یہ میری محبت ہے اگر میرے رب کے نام سے مجھے تیر لگے گا تو اس سے مجھے اتنی لذت ملے گی اُس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس سے میرا جو مقصد ہے وہ پورا ہو سکے گا اُس کا بھی تمہیں اندازہ نہیں کہ میں اپنی جان دے کر رب کے پیغام کو کس طرح آگے پہنچاؤں گا۔

لہٰذا تم اپنے ترکش سے تیر نکال کے میرے رب کے نام سے مجھے مارو اور تیر مارتے وقت اپنی زبان سے یہ لفظ بولو:

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

اس بچے کا جو رب ہے میں اُس کے نام کے ساتھ یہ تیر مارتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ یہ تو ہم فوراً کرتے ہیں۔ سلطنت میں اعلان ہو گیا کہ سارے ایک گراؤنڈ میں اکٹھے ہو جائیں۔ لہٰذا تمام کے تمام لوگ ایک گراؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ دور دور تک ایک جم غفیر تھا۔

ایک سٹیج پر نوخیز ولی کو کھڑا کر دیا گیا۔ بادشاہ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اُس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

بِسْمِ اللہِ جب اُس نے کہا اگرچہ اُس وقت اللہ کے ولی کی طرف موت کا حملہ ہو رہا تھا لیکن اُن کو بڑی لذت آ رہی تھی کہ جو اپنے زمانے میں اپنے الٰہ ہونے کے دعوے کر رہا تھا آج اگرچہ میں تو دنیا سے جا رہا ہوں لیکن اُسی کی زبان سے میں اپنے رب کا نام نکلوا رہا ہوں۔ وہ میرے رب کو مان رہا ہے اور میرے رب کا نام لے کر مجھے تیر مار رہا ہے۔ لہٰذا وہ ولی لذت محسوس کر رہے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں میری جان تو نکلے گی لیکن اس انداز میں نکلے گی جو میرے رب کا باغی بنا ہوا تھا اور زبان پر لفظ لانا ہی نہیں چاہتا تھا۔

میں اپنی جان دے دوں گا لیکن اُس کی زبان سے میں اپنے رب کا نام ضرور نکلواؤں گا' جب اُس کی زبان سے اپنے رب کا نام سنوں گا تو موت جیسی تلخی بھی مٹھاس میں بدل جائے گی۔

بھرے مجمع میں جب بادشاہ نے ترکش سے تیر نکالا اور بسم اللہ پڑھ کے جب اُس نے چلایا تو وہ بچے کے کان پٹی پہ آ کے لگا تو اپنا ہاتھ اٹھا کے اپنی کان پٹی پہ رکھا تو اسی کے ساتھ ہی وہ جام شہادت نوش کر گیا۔ جس وقت مجمع عام نے دیکھا کہ یہ بادشاہ سے مرتا ہی نہیں تھا اس نے پہاڑ پر چڑھایا پھر بھی بچ گیا' اس نے سمندر میں گرانے کی کوشش کی پھر بھی بچ گیا۔ اب جس وقت اس کو مارا گیا تو یہ آواز دی گئی۔

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

جب یہ آواز تمام مجمع میں گونجی تو ایک طرف اُس بچے کی شہادت ہو رہی تھی دوسری طرف پورا مجمع یہ نعرہ لگا رہا تھا:

آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ (ابن کثیر جلد۱،ص۵۲۶)

ہم اس بچے کے رب پر ایمان لے آئے ہیں۔

اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستان شرر آمیز

اللہ کے ولی کے اندر جو حرارت ہے وہ اثر کر کے ہی رہتی ہے۔ انہوں نے کہاں ایک ایک کو پکڑ کر پیغام دینا تھا اور اللہ کی محبت کا پیغام بانٹنا تھا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ کہاں بادشاہ نے ایک ہی مقام پر سب کو اکٹھا کر دیا۔ اگرچہ اُس کا تو خون بہہ رہا تھا مگر یہ بادشاہ جو ہمیں کہتا تھا کہ مجھے سجدہ کرو اور اپنے رب ہونے کے دعوے کرتا تھا آج اس بچے کے رب کا نام لے رہا ہے تو پھر سچا تو وہی رب ہے جو اس بچے کا رب ہے جس کے اندر اتنے کمالات ہیں تو سب نے بیک آواز کہا:

آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ

پورے مجمع کیلئے اللہ کی محبت کو پیش کرتے ہوئے اور اللہ کی محبت کی چاشنی کو

بانٹتے ہوئے اس انداز میں اپنی جان پیش کی کہ اُن کی روح نکل رہی تھی اور تمام لوگوں کے دلوں میں اللہ کا پیغام داخل ہوتا جا رہا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس اللہ کے ولی کی قبر کی کھدائی اتفاقی طور پر ہوگئی۔ابن کثیر نے اس کو لکھا ہے اور متعدد کتب حدیث میں یہ بات موجود ہے

وأَصْبَعُهُ عَلٰى صُدْغِهٖ كَمَا وَضَعَهَا حِيْنَ قُتِلَ

(ابن کثیر ص ۵۲۷، جلد ۴، مکتبہ حقانیہ پاکستان)

اب تک صدیاں گزر گئیں تھیں، ہزاروں سال پہلے کی ایک اُمت کے ولی کا جسد اطہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب ظاہر ہوا تو اُن کا ہاتھ یہیں کان پر موجود تھا۔بدن سلامت تھا اور چہرے پر تازگی تھی۔

اللہ کے نام پر جس نے اپنی جان دی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اُس کے بدن کو محفوظ رکھا۔اس حدیث کو حضرت امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔

اس انداز سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرایت کر جاتی ہے کہ جب بندہ زندہ رہتا ہے اُس محبت کی تاثیر ہوتی ہے۔وہ دنیا سے جاتا ہے تو پھر بھی اُس سے اللہ کی محبت کی تاثیر دوسرے لوگوں تک پہنچ رہی ہوتی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا کمال ہے کہ جہاں یہ آ جاتی ہے وہاں خاکی بدن بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اُسے اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے تقاضے اور اُس کی علامات:

اس سلسلے میں امت کے اولیاء کرام کی بہت سی تشریحات موجود ہیں۔ایک دن حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا جو بہت بڑی اس اُمت کی ولیہ ہیں۔اُن کے پاس حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت رابعہ نے اُن سے پوچھا:

مَا تَعُدُّوْنَ السَّخَا فِيْكُمْ

اے حضرت سفیان یہ تو بتاؤ تمہارے نزدیک سخاوت کسے کہتے ہیں ۔ سخا کا مطلب کیا ہے تو حضرت سفیان ثوری نے کہا کہ سخا کی دو مختلف تعریفیں ہیں۔

وَاَمَّا عِنْدَ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا

(۱) ایک تعریف ہے ابنائے دنیا کے نزدیک

(۲) اور دوسری ہے ابنائے آخرت کے نزدیک

سخاوت کی ایک تعریف دنیا والوں کے لحاظ سے ہے اور دوسری تعریف آخرت والوں کے لحاظ سے ہے۔

حضرت سفیان ثوری کہنے لگے کہ دنیا والے سخاوت اس کو کہتے ہیں

فَالَّذِيْ يَجُوْدُ بِمَالِهٖ

جو شخص اپنا مال صدقہ کر دے اور بے دریغ خرچ کر دے لہو ولعب میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بہتری کیلئے اُس کو سخاوت کہا جاتا ہے جو اپنا مال دے دنیا والے اُس کو سخاوت کہتے ہیں۔

اَمَّا عِنْدَ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ

لیکن آخرت والوں کے نزدیک سخاوت یہ ہے۔

فَهُوَ الَّذِيْ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ

جو اپنا مال نہیں اپنی جان بھی اللہ کیلئے دے دیں۔

صرف مال ہی نہ دیں بلکہ اپنی صلاحیتیں رگڑ رگڑ کر اللہ کیلئے ختم کریں' اپنے بدن کو اللہ کیلئے پیش کر دیں اور اپنے آپ کو اللہ کیلئے صدقہ کر دیں اپنی ہی سخاوت کرے یہ تعریف آخرت والوں کے لحاظ سے ہے۔ یہ سخاوت کی تعریف ہے یہ دونوں تعریفیں ہی

بہت اہم تھیں۔

مگر حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

فَقَالَتْ یَا سُفْیَانُ أَخْطَأْتَ فِیْهَا

اے سفیان تو نے سخاوت کی تعریف صحیح نہیں کی۔

سخاوت کی جو تعریف تم نے مجھے بتائی یہ درست نہیں ہے تو حضرت سفیان کہنے لگے "پھر تم ہی اس کی تعریف کرو کہ سخاوت کس کو کہتے ہیں"۔

أَنْ تَعْبُدُوْهُ حُبًّا لَهٗ لَا یَطْلُبْ جَزَآءٍ (شعب ایمان جلد ا، ص ۳۷۲)

سخاوت یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت محض اُس سے پیار کیلئے کرو اور کسی جزاء کیلئے نہ کرو یہ ہے سخاوت کی تعریف۔

ایک تھا مال دنیا ایک تھا اپنے بدن کی سخاوت کرنا۔ حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں نہیں بلکہ سخاوت یہ ہے کہ تم اللہ تعالی کی عبادت صرف اُس لئے کرو کہ وہ تمہارا محبوب ہے۔ اللہ سے پیار کیلئے اور اُس کے شوق کیلئے تم اُس کی عبادت کرو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنت کے حصول کیلئے اللہ کی عبادت کرے اور جہنم سے بچنے کیلئے عبادت کرے۔

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی یہ دونوں باتیں پیش نظر نہ ہوں، نہ جنت کا حصول پیش نظر ہو اور نہ ہی جہنم سے آزادی پیش نظر ہو۔

حالانکہ ان دونوں باتوں میں شرعی طور پر کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ اس سے اگلا مقام ہے جو حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا بیان کر رہی تھیں کہ اللہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کی عبادت محض اُس کی محبت کیلئے کی جائے کہ وہ محبوب ہے ہم اُس کو سجدہ کریں وہ محبوب حقیقی ہے وہ فرمانے لگیں یہ سخاوت ہے کہ:

بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس لئے کرتا ہے کہ اُس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے۔ وہ محبت بندے کو مجبور کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنا بڑا محبوب ہے کہ اُس کو سجدہ کیا جائے اُس کے حکم پر جہاد کیا جائے' اُس کے فرمان پر اپنے قیمتی مال کی زکوٰۃ دی جائے اور اُس کے کہنے پر حج کی ادائیگی کیلئے سفر کیا جائے۔ طلب جزاء کیلئے نہیں بلکہ صرف محبت الٰہی کیلئے بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے۔ یہ وہ سخاوت ہے جو حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جس کا اظہار کیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس لحاظ سے کہ وہ کھلاتا ہے' پلاتا ہے۔ یہ اس راستے میں ڈالنے کیلئے آغاز ہے اور اہم بات ابتداء کے لحاظ سے ہے جب وہ چلتا جاتا ہے' چلتا جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اُس کو اتنی لذت ملتی ہے پھر اگرچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کی اُس کے نزدیک بڑی قدر منزلت ہے لیکن عبادت کو صرف اس انداز میں کر رہا ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی محبت ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

بیہقی نے شعب ایمان میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے اللہ کے ایک ولی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی علامت کیا ہے ہم کیسے سمجھیں گے کہ فلاں بندہ اللہ سے محبت کرتا اور فلاں نہیں کرتا تو انہوں نے مختصر سے جملے میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ

اِذَا کَانَ عَطَائُہٗ اِیَّاکَ وَ مَنْعُہٗ سَوَائٌ (ابونعیم فی الحلیۃ، جلد ۸، صفحہ ۱۱۳)

اللہ تعالیٰ کا حقیقت میں محب وہ ہے کہ جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا اور منع دونوں برابر ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازشات ہوں پھر بھی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے محرومی ہو پھر بھی یہ دونوں حالتیں برابر ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ

کی طرف سے مسلسل نوازشات ہو رہی ہیں تو پھر بھی وہ خوش ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف آزمائش آگئی ہے تو پھر بھی خوش ہے۔

اُس کے نزدیک عطا سے مراد نوازشات کا ملنا اور منع سے مراد اُس کی طرف سے نوازشات وانعامات کا رک جانا اور منقطع ہو جانا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جو بہت بڑے صوفی ہیں اس کو انہوں نے اپنے انداز میں بیان کیا کہ بندہ محبت ایزدی میں کمال کو تب پہنچتا ہے۔ آغاز تو پہلے بھی ہے کہ جب اللہ کی طرف سے انعامات کی بارش ہو تو خوش ہو اور جب اُدھر سے محرومی کا سامنا ہو تو پھر اگرچہ طبیعت مرجھا بھی جائے یہ ابھی ابتدائی مراحل ہیں لیکن جو بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں عروج تک پہنچ جائے اُس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک دونوں حالتیں برابر ہو جاتی ہیں۔

اگر اللہ نواز رہا ہے تو پھر بھی یہ اُس سے پیار کرتا ہے اور اگر اُس کی طرف سے منع ہو جائے اور اُس کی طرف سے اگر محرومی کا سامنا ہو تو پھر بھی وہ انعامات سے محرومی کی شکایت نہیں کرتا۔ زبان پر تو کیا دل میں خیال تک بھی نہیں کرتا۔ دونوں حالتوں میں اپنی طبیعت کے لحاظ سے ایسے مسکراتا ہے اور اُس کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے۔

خالق کائنات اس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ اس کی مجھ سے محبت محض میری ذات کی وجہ سے ہے۔ یہ میری نعمتوں کی وجہ سے متوجہ نہیں ہے بلکہ محض میری ذات کی وجہ سے ہے اگر میں دیتا ہوں تو پھر بھی مجھ سے پیار کرتا ہے اور اگر میں روک لیتا ہوں پھر بھی مجھ سے پیار کرتا ہے یہ محبت ایزدی کا وہ عروج کا نقطہ ہے جو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جس کو بیان کیا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک اللہ کے ولی کا

پیغام بہت اچھا لگا جب وہ کہنے لگے:

اَسْتَحْیِیْ مِنْ رَبِّیْ اَعْبُدُہٗ جَاءَ لِلْجَنَّۃِ فَقَطْ

(شعب ایمان ۱/۲/۳۷۴، اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۴/۵۳)

اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کہنے لگے ''مجھے حیا آتی ہے کہ میں صرف جنت کی طلب میں اُس کی بندگی کروں۔ صرف میرا مقصود جنت کا حصول ہو اور میں اُس کی بندگی کرتا رہوں مجھے ایسی بندگی کرنے میں حیا آتی ہے''۔

اگرچہ بندے کو جنت بھی مطلوب ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

جنت کا سوال کوئی معیوب نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ جنت کو مقصود سمجھنا اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں اس کی حیثیت کیا ہے۔

جنت کو مقصود بنا لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف توجہ ہی نہ ہو تو وہ فرمانے لگے کہ بندگی میں مجھے حیا آتی ہے کہ اگر میں صرف جنت کے حصول کیلئے سجدے کرتا رہوں اور میری چاہت کا مرکز میرے رب کی ذات نہ ہو تو میں ایسی بندگی میں حیا محسوس کرتا ہوں۔ میں تو وہ بندگی کرتا ہوں جس میں میری توجہ سرفہرست خالق کی طرف ہوتی ہے اور ضمناً جنت کا خیال آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ورنہ میں اپنی تمام توجہ اپنے رب کی طرف رکھتا ہوں اور سجدے کرتے وقت، جہاد کرتے وقت، دن رات اُس کا ذکر کرتے وقت یہ میں خیال ہی نہیں کرتا کہ مجھے اس کے صلے میں جنت ملے گی۔ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس کے صلے میں میرا رب اپنا قرب عطا فرمائے گا۔

اور کہنے لگے اگر میں ایسا کروں گا تو مجھ اور ایک مزدور میں فرق کیا رہے گا ایک شخص مزدوری دنیا کی کر رہا ہے اُس مزدوری کے پیش نظر یہ ہے کہ میں یہ کام کروں تو مجھے

اتنے پیسے مل جائیں۔

تو فرمانے لگے میں اُس اجیر کی طرح ہو جاؤں گا لیکن میرے نزدیک محبت ایزدی کا یہ مرتبہ ہے کہ میں اس کو ہمیشہ سرفہرست رکھتا ہوا اور اس محبت کی وجہ سے ہر وقت مسرور رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں میں سر جھکاتا ہوں تو یہ وہ چاشنی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو محبت کی شکل میں عطا فرماتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ

مَنْ یُّحِبُّ اللّٰہَ

اُس بندے کی علامت کیا ہے جو اللہ سے پیار کرے۔

مَنْ یُّحِبُّہُ اللّٰہُ (شعب ایمان ۱/۳۶۹)

اور اُس بندے کی علامت کیا ہے کہ اللہ جس سے پیار کرے

یہ تو لازمی بات ہے کہ جو اللہ سے پیار کرے گا اللہ تعالیٰ اُس بندے سے ضرور پیار کرے گا۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ

فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

اور یہاں تک فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اے میرے محبوب علیہ السلام ان لوگوں سے فرما دو جو مجھ سے پیار کرنا چاہتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو پھر تم میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ میری سنت کو اپنا لو میری اتباع کر لو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

پھر اللہ تم سے پیار کرے گا۔

یہ لازمی بات ہے جو بندہ محبت ایزدی سے سرشار ہو جاتا ہے۔ یقیناً اللہ بھی اُس سے محبت فرماتا ہے۔ اُس کو اللہ تعالیٰ اُس کے درجے کی محبوبیت دے دیتا ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ سرفہرست محبوبیت پوری کائنات میں سے خواہ وہ فرشتے ہوں انبیاء علیہم السلام ہوں صدیق ہوں یا شہداء وہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا حبیب قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اُس کے مرتبے کے مطابق مقام محبوبیت عطا فرماتا ہے۔

یہاں تک فرما دیا کہ جو میرے محبوب علیہ السلام کے نقش قدم پہ چلے گا وہ صرف میرا محب ہی نہیں ہوگا۔

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اُس کو اللہ محبوب بنا لے گا۔

جب ان دو علامات کے بارے میں حضرت بایزید بسطامی سے پوچھا گیا کہ آپ یہ بتائیں کہ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ فلاں بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔

یہ خدا رسیدہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی دشت محبت میں گزار دی جنہوں نے محبت کا فلسفہ سمجھانے میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ جن کے دل کا ہر محلہ اور ہر گلی اور ہر مکان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد رہتا تھا۔

اُن کے الفاظ میں بھی بڑی تاثیر ہے آج ہم اُن کا ایک ایک لفظ پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو دل کو تازگی ملتی ہے کہ واقعی وہ ذات کتنی عظمت والی ہے جو اپنی محبت کا ایک قطرہ بے قرار دل میں منتقل کر دیتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُس کو سمندر کی شکل عطا فرما دیتا ہے

اور روح کو وہ محبت عطا کر دیتا ہے جو دنیا کے کسی نظارے میں اور دنیا کی کسی مصروفیت میں اور دنیا کے کسی حسن میں وہ لذت نہیں ہے جو خالق کائنات جل جلالہ اپنی محبت میں لذت عطا فرمار کھی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا تو فرمانے لگے:

مَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَھُوَ مَشْغُوْلٌ بِعِبَادِتِہٖ سَاجِداً وَّ رَاکِعاً

جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اُس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے' کبھی سجدہ کرتا ہے اور کبھی رکوع کرتا ہے۔ یہ بندے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے اس مضمون کو بیان کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ محض ہم کوئی کاروائی ہی نہیں کر رہے بلکہ ہم ان سب باتوں کو سیرت میں اتارنا چاہتے ہیں کہ یقیناً ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ تو اللہ سے محبت کی علامت یہ ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

ھُوَ مَشْغُوْلٌ بِعِبَادِتِہٖ سَاجِدًا وَّ رَاکِعاً

وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے کبھی وہ سجدے کرتے ہوئے مصروف رہتا ہے اور کبھی وہ رکوع کی حالت میں مصروف رہتا ہے۔

اِنْ عَجَزَ عَنْ ذَالِکَ اِسْتَرْوَحَ اِلٰی ذِکْرِ اللِّسَانِ

اگر وہ سجدہ کر کر کے تھک جائے' قیام سے تھک جائے' رکوع کر کر کے تھک جائے' سجدہ کرتے کرتے تھک جائے تو پھر بھی وہ غافل نہیں رہتا بلکہ وہ ذکر لسان کی طرف آجاتا ہے۔ بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہتا ہے اور بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا رہتا ہے اور اگر زبان سے ذکر کرتے کرتے تھک جائے' عاجز آجائے تو پھر

اِسْتَرْوَحَ اِلٰی ذِکْرِ الْقَلْبِ وَالتَّفَکُّرِ

پھر وہ بندہ دل کے ذکر کی طرف آجاتا ہے۔ پہلے صرف ظاہری اعضاء سے ذکر کررہا تھا۔ سجدہ کررہا تھا' رکوع کررہا تھا' قیام کررہا تھا۔ اس سے جب عاجز آ گیا تو پھر زبان سے ذکر شروع کردیا اور جب وہ زبان سے بھی عاجز آ گیا تو پھر اُس نے اپنے دل کو اللہ کی یاد کا یوں محور بنالیا ہے اور گہوارہ بنالیا ہے کہ ہر وقت اپنے دل و دماغ میں وہ اللہ کی ذات کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ اس کی ذات کے بارے میں اُس کی صفات کے بارے میں اُس کی شان کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔

فرمانے لگے:

یہ اُس بندے کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محبت کرنے والا ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ اس بندے کی علامت کیا ہے جس سے اللہ پیار کرتا ہے چونکہ ہم اللہ تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتے۔ بندے کو دیکھ سکتے ہیں تو بندہ محبوبیت ایزدی کے درجے پر فائز ہو چکا ہو اُس بندے کے اندر ہمیں کیا چیز نظر آئے گی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

بندے کے اندر پیار کا یہ رنگ نظر آئے گا۔

اَمَّا مَنْ یُّحِبُّہُ اللّٰہُ

لیکن وہ جس بندے سے اللہ پیار کرے تو

اَعْطَاہُ سَخَاوَۃً کَسَخَاوَۃِ الْبَحْرِ

وَ شَفَقَۃً کَشَفَقَۃِ الشَّمْسِ

وَتَوَاضُعًا کَتَوَاضُعِ الْاَرْضِ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ''اُس بندے میں تین چیزیں سرفہرست نظر آئیں گی۔ پہلے نمبر پر سخاوت' دوسرے نمبر شفقت اور تیسرے نمبر پر تواضع

اور عاجزی تمہیں نظر آئے گی۔

(۱) سخاوت: اُس بندے میں سخاوت کیسے نظر آئے گی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو ایسی سخاوت دیتا ہے کہ جتنی سخاوت اللہ نے سمندر کو عطا فرما رکھی ہے۔ کوئی آئے چلو بھر لے' کوئی آئے ڈول بھر لے' کوئی آئے اور زیادہ لے جائے' اُس بندے کے اندر سخاوت ایسی ہوتی ہے جیسے سمندر کے اندر سخاوت ہوتی ہے

(۲) شفقت: بندے میں شفقت کیسے نظر آئے گی۔ فرمانے لگے

شَفَقَةً كَشَفَقَةِ الشَّمْسِ

اُس بندے کی شفقت سورج کی شفقت کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یوں نہیں کرتا کہ میں بادشاہ کے دربار کو تو روشن کروں گا مگر فقیر کی کٹیا میں چاندنی داخل نہیں ہونے دوں گا۔

اُس کی شفقت ایسی ہے کہ دائیں بائیں' آگے پیچھے ہر طرف اپنی کرنیں بھیجتا ہے۔ اپنے اُجالے بانٹتا ہے سب کو برابر حصہ دیتا ہے اور گورے کالے چھوٹے بڑے کے ساتھ امیر و غریب کے ساتھ' عربی عجمی کے ساتھ برابر سلوک کرتا جاتا ہے۔

ایسے ہی اللہ اُس بندے کو جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ سورج جیسی شفقت عطا فرما دیتا ہے۔

پھر

(۳) تواضع: بندے میں تواضع کیسے نظر آئے گی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

أَعْطَاهُ تَوَاضُعًا كَتَوَاضُعِ الْأَرْضِ (شعب ایمان ۱/۳۶۹)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو زمین جیسی تواضع عطا فرما دیتا ہے کہ زمین نیچے لیٹی ہوئی ہے۔
اُس پہ عاصی بھی قدم رکھ کے چل رہے ہیں۔ نیک بھی چل رہے ہیں اور کب سے اُس
نے اپنے آپ کو نیچے بچھایا ہوا ہے اور کبھی اُس نے تھکاوٹ کا احساس بھی ظاہر نہیں کیا
اُس نے کہا ہو کہ اے لوگو! میں تھک گئی آج ایک بوجھ کہیں اور لے جاؤ نہیں نہیں پوری
طرح تواضع کے ساتھ نیچے لیٹی ہوئی ہے۔

فرمایا ''ایسے ہی اللہ تعالیٰ اُس بندے کو جس کے ساتھ اللہ نے محبت کی ہے
اُس کو زمین جیسی تواضع دے دیتا ہے''۔

پھر وہ تکبر نہیں کرتا' وہ اکڑتا نہیں' وہ مغرور نہیں ہوتا' وہ لوگوں سے جب اچھی
بات سنتا ہے تو پھر بھی وہ خوش ہوتا ہے جب کچھ لوگ اُس پر طعنہ زنی کرتے ہیں تو پھر بھی
اُس کے تیور نہیں بدلتے۔ اُس کے ماتھے پر شکن نہیں پڑتے وہ زمین جیسی تواضع کا اظہار
کرتا رہتا ہے۔ اُس سے جو بھی سلوک کیا جائے وہ اپنی اُس تواضع کو برقرار کرتا ہے۔

یہ علامات حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس شخصیت کی بیان کر دیں
کہ جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ پیار کرتا ہے۔

اب جس وقت ہم ان علامات پر غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تقاضے
اور اُس کی علامات کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے دین سے
بھی محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بھی محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن سے بھی
محبت کریں۔ محبت اس کا نام ہے اگر حکم سخت آ گیا تو ہم کہیں کہ یہ محبت تو ہم سے نہیں
ہوتی۔ یہ سردی کی رات ہے یخ بستہ رات ہے اور ہوا میں شمشیر کی سی تیزی ہے اور اب
ہمارا جو رب ہے وہ کہتا ہے کہ اٹھو ٹھنڈے پانی سے وضو کرو اور میرے دربار میں کھڑے
ہو جاؤ تو اب یہ محبت کہے کہ یہ تو نہیں ہوتا' کچھ اور کر لوں گا' نہیں نہیں اللہ سے محبت کا

تقاضا یہ ہے کہ اپنی عقل کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع کر دو۔ اگر معاملہ سمجھ آ رہا ہے پھر بھی مانو اگر معاملہ سمجھ میں نہیں آتا پھر بھی مانو۔

اللہ تعالیٰ کی محبت پر اُس کے ہر حکم کے پابند بن جانا۔ اُس کے سارے احکامات کو ماننا اور امر پر عمل کرنا اور نواہی سے باز رہنا یہ اُس محبت کا تقاضا ہے جس کو پورے قرن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

اور آج کی ہماری گفتگو کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ ایمان والوں کی شان کیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

اگرچہ بتوں کے پجاری کہتے تو ہیں کہ ہم بتوں سے پیار کرتے ہیں مگر انہیں کہاں نصیب ایسا پیار جیسا ہم اپنے اللہ سے کرتے ہیں۔

بتوں کے پجاری مشکل وقت پر بتوں سے بے زار ہو جاتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں اور سرکشی کا اعلان کر دیتے ہیں اور اُن سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کا علمبردار جس طرح کہ آپ نے دیکھا کہ اللہ کا ولی کیسے اپنی محبت کا اظہار کیا جب اُس کو اتنے امتحانات سے گزارہ گیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا نعرہ بروقت بلند کیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

ایمان والوں کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اُس کے مقابلے میں اگر باپ کی محبت آجائے تو وہ بھی نیچے رہے گی۔ بیٹے کی محبت آجائے اُس کو بھی روند دیا جائیگا ۔والدہ کی محبت اللہ کے حکم کے مقابلے میں آجائے تو اُس کو بھی پیچھے ہٹا دیا جائے گا۔

معاشرے کی محبت سوسائٹی کی محبت کسی چیز کی محبت بھی جو اللہ تعالیٰ کی محبت

کے مقابلے میں آ رہی ہے اُس کو روند دیا جائے گا۔

یہ محبت اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس جہت سے باپ کی محبت اللہ کیلئے والدہ کی محبت اللہ کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اولاد سے محبت اور اپنے شیخ سے محبت اپنے استاد سے محبت یہ ساری سمت کے اللہ تعالیٰ کی محبت میں شامل ہو جاتی ہیں اور ان محبتوں کو برقرار رکھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے لیکن جو محبت اللہ تعالیٰ کی اپوزیشن بن جائے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت سے ٹکرانے والی ہو تو اُس محبت کو روند کر اللہ کی محبت کا جھنڈا بلند کیا جائے گا یہ اس آیت کریمہ کا مطلب ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ

ایمان والے اپنے خدا سے ایسی محبت کرتے ہیں جتنی محبت بتوں کے پجاری بھی اپنے بتوں سے نہیں کرتے۔

اب یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ہماری محبت ہے اُس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی شریعت سے محبت ہو اللہ تعالیٰ کے احکام سے محبت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ہماری محبت ہے اُس کا کتنا بڑا تقاضا ہوگا۔ وہ ذات جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب بنا رکھا ہے اُن سے بھی پیار کیا جائے۔

اس واسطے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

اَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ

اے میرے صحابہ تم مجھ سے بھی محبت کرو کیوں لحب اللہ اس واسطے جو تمہارا خالق ہے وہ میرا محب ہے۔

اَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ

اللہ سے محبت کرو وہ تمہیں کھلاتا ہے' پلاتا ہے۔ یہ اللہ کی محبت کے تقاضے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس کے بعد جو اپنی محبت کا ذکر کیا۔ فرمایا ''اللہ ہی کی محبت کا تقاضا ہے کہ تم مجھ سے بھی محبت کرو' مجھ سے محبت نہیں کرو گے تو تم نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا پورا ہی نہیں کیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے تو محبت کرو لیکن اللہ جس سے محبت کرتا ہے اُس کو تم چھوڑ جاؤ' اُن کی محبت سے تم پیچھے ہٹ جاؤ' اُن سے تم عداوت و بغض رکھ نہیں سکتے''۔

اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ (جامع ترمذی حدیث ۳۷۸۹)

مجھ سے تم اس لئے محبت کرو کہ میں تمہارے رب کا بھی محبوب ہوں۔ لہذا اللہ کی محبت کیلئے مجھ سے بھی محبت کرو۔ یہ ہے اہل حق کا محبت ایزدی میں فلسفہ یہاں محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی علیحدہ چیز ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کامل تب ہوگی بندے کے اندر جب وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام اولیاء کرام سے صدیقیں شہداء سے اللہ کیلئے پیار کر رہا ہوگا تو پھر محبت ایزدی کے تقاضے پورے ہوتے نظر آئیں گے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا تصوف اسلامی جو مقام ہے وہ کتنا اونچا ہے ان کی محبت کیا تھی اور اُن کو جو محبت ایزدی کا جو فلسفہ حاصل تھا۔

اس مقام پر حضرت جنید بغدادی سری سقطی کے حوالے سے بات کر رہے ہیں مجھے بار باران کے مزار کی حاضری نصیب ہوئی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن سری سقطی سے ایک مکالمہ سنا۔ وہ کہنے لگے میں عالم روحانیت میں اپنے رب سے گفتگو کر رہا تھا اور میرا رب بول رہا تھا میں سن رہا تھا۔

خالق کائنات نے فرمایا کہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تو سب ہی میری محبت کے دعوے کرنے لگے۔ میں نے انسان کو پیدا کیا تو انہوں نے میری محبت کا دعویٰ کیا۔ یہاں بطور مثال یہ کہا گیا ہے کہ میں نے دنیا کو پیدا کر دیا تو اب وہ سارے جو محبت کے دعوے کر رہے تھے اُن کی محبت میں فرق آنے لگا۔

فَاشْتَغَلُوْا بِهَا مِنْ عَشَرَةِ الْآفِ تِسْعَةَ الْآفِ وَ بَقِيَ الْفٌ

(شعب ایمان ۱/۴/۳۷)

فرمایا ''یوں سمجھو کل میں نے ۱۰۰۰۰ دس ہزار بندے پیدا کئے سب کا دعوی تھا کہ اے اللہ ہم تیرے بڑے محب ہیں''۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں نے دنیا پیدا کر دی وہ دنیا میں مصروف ہو گئے اُن دس ہزار میں سے نو ہزار جو میری محبت کا دعویٰ کرتے تھے وہ دنیا کی محبت میں پڑ گئے اور میری محبت کے اندر وہ جھوٹے نکلے یعنی جو حقیقی تقاضا تھا وہ پورا نہ کر سکے''۔

پھر خالق کائنات نے فرمایا

بَقِيَ الْفٌ

ایک ہزار باقی رہ گیا تو پھر

خَلَقْتُ الْجَنَّةَ

میں نے جنت کو پیدا کیا ہے جب میں نے جنت کو پیدا کیا تو اُن ہزار میں سے ۹ سو جنت کے پیچھے پڑ گئے۔ انہوں نے میری بندگی کی لیکن غالب خیال جنت کا تھا تو ۹ سو جنت کی طرف چلے گئے باقی ایک سو پیچھے رہ گیا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے:

فَسَلَّطْتُّ عَلَيْهِمْ شَيْئاً مِنَ الْبَلَاءِ

میں نے کسی آزمائش میں اُن کو ڈال دیا' بیماری آ گئی یا کسی پریشانی میں ڈال دیا۔

فَاشْتَغَلُوْا عَنِّیْ بِالْبَلَاءِ

وہ اُس کے پیچھے پڑ گئے۔اُن کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ بیماری دور ہو جائے یہ اس طرح ہو جائے ہر وقت یہی دعا مانگتے رہتے تھے۔

خالق کائنات فرماتا ہے اُن سو میں ۹۰ نوے لوگ بیماری والے معاملے میں چلے گئے۔دس پیچھے رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اُن سے پوچھا میرے بندو میں نے دُنیا بھی پیدا کی،میں نے جنت بھی پیدا کی،میں نے بیماری بھی بھیجی پھر بھی کوئی چیز میری محبت سے پیچھے ہٹا ہی نہیں سکی۔وہ کہنے لگے اے اللہ! ہمیں ہر وقت تیرا ہی خیال رہتا ہے نہ دنیا میں ڈوبے،نہ جنت کیطرف متوجہ ہوئے اور نہ ہی بیماری ہمیں متوجہ کرسکی۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا:

اَنْتُمْ عَبِیْدِیْ حَقًّا (شعب ایمان ۱/۳۷۴)

تم ہو میرے سچے بندے تم نے حق ادا کر دیا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا ہے۔اگر چہ ہماری بساط مختصری ہے ہمارے اندر صلاحیت چھوٹی سی ہے۔

اَنْتُمْ عَبِیْدِیْ حَقًّا

یہ بات اُن بندوں کی ہے کہ جن کے دل سمندر ہیں لیکن یہ سبق تو ہمارے لئے بھی ہے،ہم بھی تو کوشش کریں کہ محض محبت ایزدی کیلئے ہر کام کیا جائے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ آج کی ہماری اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

باب نمبر 3

منصبِ نبوّت اور عقیدۂ مومن

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بُک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَحْمَدُکَ اَللّٰھُمَّ یَا اللّٰہُ خَلَقْتَنَا وَ ھَدَیْتَنَا وَ اَنْقَذْتَنَا مِنَ النَّارِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَ اَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَ نَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَ مَحَوْتَ الظُّلْمَۃَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ عَلٰی آلِکَ وَ اَصْحَابِکَ اَجْمَعِیْنَ o

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَ عَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب اربابِ فکر ودانش، غیور اہلِ حق، اہلِ اسلام نہایت ہی محتشم حضرات وخواتین!

ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ "صراطِ مستقیم" کے فہمِ دین

کورس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ خالق کائنات آج کی ہماری اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع نہایت ہی اہم ہے اور وہ ہے

''منصب نبوت اور عقیدہ مومن''

میری دعا ہے کہ خالق کائنات اس نورانی صبح میں درس قرآن میں ہماری اس حاضری کو قبول فرمائے اور ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم اور اس کی ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے قرآن مجید کی سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۲۴ کا ایک حصہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کیا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (سورہ انعام، آیت نمبر ۱۲۴)

اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس جگہ پہ رکھے۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ فلاں شخص کو نبی بنا دیا جائے اور کچھ کہتے تھے ولید بن مغیرہ کو نبی بنا دیا جائے۔ کچھ کہتے تھے عروۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی بنا دیا جائے۔ ولید بن مغیرہ مکہ شریف کا ایک بڑا مالدار آدمی تھا۔ وہ کہتا تھا میری عمر بھی زیادہ ہے اور میرے پاس مال بھی زیادہ ہے۔ لہذا مجھے نبی بنایا جائے۔ لوگوں کے مختلف زاویے تھے اور اس بارے میں اپنی تجاویز پیش کر رہے تھے کہ فلاں نبی ہونا چاہیئے' فلاں نبی ہونا چاہیے۔

تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے یہ آیت نازل کر کے اس بات کو واضح کیا کہ میں جانتا ہوں منصب نبوت کیا ہے؟ اور اس کا اہل کون ہے۔ اس پر میں نے کس کو فائز کیا ہے یہ حقیقت میں ہی جانتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات جل جلالہٗ نے جب یہ حکم دے دیا

کہ آپ اعلان نبوت فرمائیں تو اُس وقت کفار مکہ کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آرہی تھی جس کو قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ

(سورہ زخرف، آیت ۳۱)

وہ کہتے کہ قرآن مجید دوشہروں میں سے ایک بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا قریتین سے مراد مکہ شریف اور طائف ہیں۔

طائف میں ان کے نزدیک نبوت کا امیدوار عروہ بن مسعود تھا اور مکہ شریف میں نبوت کا امیدوار ولید بن مغیرہ تھا تو ان کے نزدیک نبوت کیلئے کوالیفیکیشن چاہیئے تھی وہ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں پوری کررہے ہیں اور ان پر قرآن مجید کو نازل کرنا چاہیئے تھا۔ یہ زیادہ مالدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کہاں نازل کردیا۔

وہ جو اپنے طور پر ایک نبوت کا منصب سمجھے ہوئے تھے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے ان کی بات کو ردّ کیا اور واضح کردیا کہ میں جانتا ہوں میری یہ ذمہ داری کتنی بڑی ہے اور کتنے بڑے آدمی کو یہ دی جاتی ہے اور اُس کے اندر کتنی صلاحیتیں ہونی چاہئیں۔ ان سب چیزوں کا مجھے علم ہے اور اُسی کے مطابق میں اپنی رسالت عطا کرنے والا ہوں۔

اب دیکھئے کہ:

اُس ماحول میں لوگوں کو منصب نبوت کا کیا پتہ ہوگا جبکہ منصب الوہیت سے وہ اتنے غافل تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب وہ ایک پتھر کی پوجا کرتے تھے اگر اُن کو اُس پتھر سے کوئی خوبصورت پتھر مل جاتا تھا تو وہ پہلے کو پھینک دیتے تھے اور نئے پتھر کی بندگی شروع کردیتے تھے تو جن کے نزدیک معیار الوہیت اتنا گراہوا ہو وہ منصب نبوت کو کیا پہچان سکیں گے۔ وہ اپنی طرف سے لافزنی کررہے تھے۔ خالق کائنات نے قرآن مجید میں منصب نبوت کو بیان بھی کردیا اور واضح کردیا کہ میں نے جن کو یہ تاج پہنایا ہے، میں نے ازل سے اُن کو منتخب کررکھا تھا اور اُن کے اندر یہ صلاحیتیں موجود ہیں

کہ انہیں ہی یہ تاج پہنایا جائے گا اور یہ نبوت کا آخری تاج ہے جو اُن کے سر پر سجایا گیا ہے اور اُن کو نبوت عطا کر دی گئی ہے۔

قرآن مجید کی آیات کا اگر سرسری جائزہ مرتب کیا جائے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کا مقام و مرتبہ اس بات کو معین کرتا ہے کہ معیار نبوت اور منصب نبوت کتنا بڑا ہے اور اس کیلئے مومن کو کس طرح محتاط رہنا چاہیئے اور اس کے بارے میں اپنا عقیدہ کیا رکھنا چاہیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اور آپ کا منصب نبوت میں جو مقام ہے اُس کیلئے اس آیت کریمہ میں غور کیا جائے جو سورہ فجر کی آیت نمبر ۲۷ ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ (پارہ ۱۴، سورہ الحجر، آیت ۷۲)

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمہاری عمر کی قسم بے شک وہ لوگ اپنے نشے میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ لفظ عَمر اور لفظ عُمر آپس میں دونوں مترادف ہیں۔ ہم اپنی زبان میں عمر کا لفظ بولتے ہیں کہ فلاں کی عمر اتنی ہے اور عمر کی لغت بھی موجود ہے۔

لَعَمْرُكَ

اللہ تعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کی قسم اٹھا رہا ہے اس پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانوں سے ایک ذات ہے کہ جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے۔

لَعَمْرُكَ

مجھے تمہاری عمر کی قسم ہے یہ قسم اس بات کو واضح کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کتنی تابناک تھی اور اُس کی کتنی عظمتیں تھیں۔ خالق کائنات جَلَّ جلالہٗ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو کتنی اپنی رضا عطا فرما رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا رہا ہے اور جس عمر کی قسم اٹھا رہا ہے اُس عمر کا ہر سال اُس عمر مبارک کا ہر مہینہ اور اُس عمر مبارک

کا ہر ہفتہ کی قسم اٹھا رہا ہے۔ اُس عمر کا ہر سال اُس عمر مبارک کا ہر مہینہ اور اُس عمر مبارک کا ہر ہفتہ اور اُس کا ہر گھنٹہ اور اُس کا ہر منٹ اور اُس کا ہر سیکنڈ اس لائق ہونا چاہیئے کہ رب اُس کی قسم اٹھا سکے اگر اُس عمر کا معاذ اللہ کوئی دن' کوئی گھنٹہ' کوئی لمحہ ایسا ہو کہ جس میں اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو پھر اُس عمر کی قسم کیسے اٹھائی جا سکے گی۔ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری عمر مبارک کی قسم اٹھا کر اپنی طرف سے یہ واضح کر دیا کہ یہ وہ ذات ہے کہ جن سے میں ایک لمحہ بھی ناراض نہیں ہوا اور یہ وہ ذات ہے کہ جس نے ایک دن تو کیا ایک گھنٹہ تو کیا ایک سیکنڈ بھی میرے حکم کی نافرمانی نہیں کی یہ وہ ہیں کہ ہر وقت جنہوں نے میری خوشنودی کے کام کئے ہیں۔

ان کی زندگی اتنی عظیم ہے کہ میں خالق ہو کر بھی ان کی قسم اٹھا سکتا ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور زندگی کا جو لفظ میں بول رہا ہوں لفظ عمر کا ترجمہ کرتے ہوئے'' تو اس میں یہ بھی ہے خواہ وہ اعلان نبوت سے پہلے کی ہے یا اعلان نبوت کے بعد کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل زندگی کی خالق کائنات جل جلالہ نے قسم اٹھا کر یہ واضح کر دیا کہ ان کے بارے میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ فلاں موقع پر ان کو فلاں جھڑکی میری طرف سے ملی یا معاذ اللہ اس طرح کا کوئی سلسلہ ہوا نہیں۔ پوری کی پوری زندگی اتنی عظیم ہے اور مومن کیلئے ماننا لازم ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو رب ذوالجلال نے اتنا مقام دیا ہے کہ زندگی کے ہر لمحے کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول بھی ہو رہا تھا اور خالق کائنات صرف اُن پر خوش ہی نہیں بلکہ اُن کی زندگی کے ہر لمحے کی قسم بھی اُٹھا رہا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مقدس زندگی جس کو خالق کائنات نے اس انداز میں بیان کیا اب ہمارے لئے اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ ہم کبھی بھی زبان کھولتے ہوئے اس مقدس زندگی کے کسی لمحے پر تنقید نہ کریں اور یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا کہ اللہ اُن کی زندگی کی قسم اٹھائے اور ہماری زبانوں سے ان کی زندگی کے کسی لمحے پر

تنقید ہو کہ فلاں وقت یہ ہو گیا تھا' فلاں وقت یہ ہو گیا تھا۔

خالق کائنات نے آپ کی زندگی کی قسم اٹھا کر منصب نبوت کی عظمت کو واضح کر دیا ہے اور قیامت تک کیلئے مسلم امہ کے ہر فرد کیلئے یہ لازم کر دیا ہے کہ کبھی بھی ان کی زندگی' ان کی ذات' ان کی صفات اور ان کی ہر حالت کے بارے میں کوئی نازیبا لفظ نہ بولو اگر کوئی ایسی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ قسم ہی نہ اٹھاتا۔ اللہ تعالیٰ خالق ہو کر جو ہر وقت ہر جہت سے واقف ہے اور ہر لمحے کے پیچھے جو محرکات ہیں وہ بھی جانتا ہے جب اُس نے ان کی زندگی کو اتنا عظیم قرار دے دیا ہے کہ اس کی قسم اٹھا رہا ہے۔ مومن تو آپ کا امتی ہے جب وہ خالق ہو کر اس کی قسم اٹھاتا ہے تو مومن کو اس مقدس زندگی کے ہر لمحے کے بارے میں اپنا ہر وقت یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر لمحے کو عظمت والا بنایا ہے اور کوئی سیکنڈ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی طرف کسی عیب کی نسبت کی جا سکے۔

دوسری طرف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (پارہ ۲۹، سورہ نوح، آیت ۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک تمہارے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا ہی نہیں۔ غیر ممنوں کا مطلب ہے غیر مقطوع، غیر منقوص جس میں کبھی نقصان نہیں ہوگا کبھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

خالق کائنات جل جلالہ آپ کو ایسا اجر عطا فرمانے والا ہے اور ایسے جملے اور ایسی آیت کے ساتھ اللہ نے اس بات کو ثابت کیا جس میں تاکید بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے معاملات کو بھی خالق کائنات جل جلالہ نے یوں بیان کیا ہے:

ایک تو ہے ایمان والوں کیلئے

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ

(پارہ ۳۰، سورہ التین، آیت ۶)

ایمان والوں کیلئے بھی اجر غیر ممنون کو بیان کیا گیا ہے لیکن بالخصوص ایک ذات کو معین کر کے یہ بتا دیا کہ تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں ہے اور تمہارا اجر بے حساب ہے۔

وہ غیر مقطوع ہے کبھی اس کا اختتام ہوگا ہی نہیں اور کبھی اس کی انتہا ہی نہیں ہو گی یہ وہ خالق کائنات کا اعلان ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کے لحاظ سے کہ خالق کائنات اتنی عظمتیں دینے والا ہے کہ جن عظمتوں کا حد یا کنارہ کوئی انسان معلوم کر ہی نہیں سکتا۔ واضح اور کثیر عظمتیں آپ کو عطا کر دی گئیں ہیں۔

تو کسی بندے کی کیا مجال کہ ان عظمتوں کے انقطاع کے لحاظ سے بات کرتا ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی تنقید کرے یا کسی عیب کی نسبت آپ کی ذات کی طرف کرے۔ خالق کائنات نے اس آیت کریمہ کے اندر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور صفات اور آپ کے کردار اور آپ کے افعال کے لحاظ سے جو ہر قسم کے عیب کی نفی ہے اس نفی کو رب ذوالجلال نے واضح فرما دیا ہے۔

بالخصوص اس مقام پر یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے کہ خالق کائنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی بڑی شان عطا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے اس مقام پر یہ فرما رہا ہے:

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ تو یہ اصل میں جواب تھا

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ (پارہ ۲۹، سورہ ن، آیت ۳،۲،۱)

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ آپ اللہ کی نعمت کی وجہ سے مجنوں نہیں ہیں

مطلب کیا تھا کہ آپ کی صفتیں جب بیان ہو رہی ہیں اُس وقت بھی آپ کے اجر میں کوئی کمی نہیں لیکن جب آپ کسی کے اعتراض کا بوجھ اٹھاتے ہیں' کوئی شخص آپ پہ تنقید کرتا ہے۔ اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! اُس کی گور گردن اس تنقید سے جہنمی بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی تمہاری شان رکھی ہے کہ وہ جتنی آپ پر تنقید

کرے گا اللہ تعالیٰ اتنا ہی آپ کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔ چونکہ پیچھے تنقید کا معاملہ تھا کہ کچھ لوگوں جب آپ کو مجنوں کہہ کر آواز دی تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ ہم نے آپ کی شان اتنی عظیم بنادی ہے کہ یہ معاملہ تو ایسا ہے یہ شخص اپنی طرف سے کوئی بات کرتا ہے تو اُس کیلئے جو وعید ہوگی اور جو عذاب ہوگا وہ اپنی جگہ لیکن تمہارے اس میں کوئی خسارہ نہیں ہے۔ ہم اس پر بھی ایسے اجر کا اعلان کر رکھا ہے۔ تمہارے لئے کہ بے حساب اور بغیر اعداد و شمار تمہیں عطا کرنے والا جس میں کبھی بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی اور جس کا کبھی بھی اختتام نہیں ہوگا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اسی کے فوراً بعد فرمادیا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

کہ میں اپنی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں تم صاحب خلق عظیم ہو۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خلق آپ کیلئے یوں ہے جسے مولیٰ کیلئے مملوک کی حیثیت ہوتی ہے۔ خالق کائنات نے تمام اچھے اخلاق کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یوں بیان فرمادیا ہے۔

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (پارہ ۲۲، سورہ یٰسین، آیت ۱، ۲، ۳)

یہاں پر جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ہے اس کو خالق کائنات جل جلالہٗ نے حتمی طور پر بیان فرمادیا۔ آپ سیدھے راستے پر ہیں ہر وقت آپ کو ثبات حاصل ہے اور دوسرے مقام پر خالق کائنات جل جلالہٗ نے یہ بھی فرمادیا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ (پارہ ۱۷، سورہ الحج، آیت ۶۷)

آپ صراط مستقیم پر بھی ہیں اور ہدایت مستقیم پر بھی ہیں تو ان آیات کے اندر اُس شان کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے۔

اور صرف یہ ہی نہیں سینکڑوں آیات بلکہ پورا قرآن مجید ہی ایسا ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کو بیان بھی کر رہا ہے اور اس چیز کو بھی ہمارے لئے واضح کر رہا ہے کہ ہمارا عقیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے لحاظ سے کتنا واضح ہونا چاہیئے کہ نہ تو آپ کی ذات پر کوئی تنقید ہو اور نہ ہی آپ کی صفات پر کوئی تنقید ہو' نہ ہی آپ کی تعلیمات پر تنقید ہو اور نہ ہی تنقید واضح لفظوں میں ہو اور نہ ہی اشارہ اور کنایہ کے لحاظ سے ہو اور کسی طرح بھی کوئی ایسا انداز ہی نہیں ہونا چاہیئے کہ جس سے یہ لگے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر کوئی کلمہ کہا جا رہا ہے۔ اس انداز میں ہر وقت ماننا لازم ہے کہ کوئی بھی عیب کی نسبت کبھی بھی معمولی سی عیب کی نسبت آپ کی ذات وصفات اور کردار کی طرف نہ ہونے پائے تو یہ وہ عقیدہ ہے جو قرآن وسنت نے مومن کیلئے واضح کیا ہے۔

اب اس سلسلے میں مسلم شریف کی ایک حدیث شریف عرض کرتا ہوں جس سے یہ ثابت اور واضح ہوگا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ایسا کام کیا ہو کہ جس پر کسی کو تنقید کرنے کی کوئی گنجائش مل جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اتنا بلند و بالا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں:

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ (مشکوٰۃ المصابیح، باب فی الوسوسۃ، ص ۱۸)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے اجتماع میں بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرام سے ارشاد فرما رہے تھے اور یہ خطاب پوری انسانیت کو تھا کہ اے انسانو! تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان بھی ہوتا ہے اور ایک فرشتہ بھی ہوتا ہے۔ اُس فرشتے کی ڈیوٹی بھی انسان کے ساتھ لگا دی گئی ہے اور اُس جن کی بھی ڈیوٹی انسان کے ساتھ لگا دی گئی ہے۔

جنّ سے مراد یہاں شیطان ہے اور جو اُس کی ذریت ہے ہر بندے کے ساتھ شیطان کی بھی ڈیوٹی ہے اور فرشتے کی بھی ڈیوٹی ہے۔ فرشتہ اُس کو نیکی کی طرف مائل کرتا ہے اور شیطان اُس کو بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر وقت یہ دونوں انسان کیلئے قرین ہیں جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اگر فرشتہ غلبہ پا جاتا ہے تو وہ بندہ مومن اچھی عادات والا ہوتا ہے اور اگر شیطان کے کہنے کو انسان زیادہ مانتا ہے تو وہ فاسق و فاجر ہوتا ہے یا کافر بن جاتا ہے جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات صحابہ کرام کے سامنے بیان کی تو عجیب سوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے پوچھ لیا:

وَاِیَّاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ باب الوسوسۃ، ص۱۸)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ منصب نبوت کو کتنا حساس سمجھتے تھے۔

آج کا کوئی شخص ہو سکتا ہے یہ کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کیلئے یہ بیان کر دیا ہے تو پھر آپ کا بھی یہی حکم ہوگا۔

صحابہ کرام نے پہلے جملے سے یہ فیصلہ نہیں کیا بلکہ باقاعدہ سوال کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی ذات مبارکہ کا بھی یہی معاملہ ہے کہ آپ کے ساتھ کسی شیطان کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے جو آپ کے ساتھ رہتا ہو اور معاذ اللہ آپ کو وسوسے ڈالتا ہو جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاِیَّایَ

آپ نے فرمایا ہاں ''میرے صحابہ! میرے ساتھ بھی ایک شیطان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی

لٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ

لیکن میرے صحابہ پھر کیا ہوا شیطان میرے پاس آیا تو تھا لیکن شیطان ہو کے میرے قرب کی وجہ سے وہ شیطان رہ نہیں سکا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی اُس کی میرے ساتھ ڈیوٹی لگی تو تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی پاور دی' اتنی طاقت دی ہے' اتنا رعب دیا ہے کہ

فَاَسْلَمَ

شیطان ہو کے میرا کلمہ پڑھ گیا۔ فاسلم اُس نے کلمہ پڑھ لیا وہ بھی مطیع ہو گیا اور فرمانبردار ہو گیا وہ تھا تو شیطان لیکن جب میرے پاس آیا تو میری صحبت اس پر بھی اثر کر گئی وہ اور ہیں کہ جن پر شیطان کے تیر چلتے ہیں اور شیطان وسوسات ڈالتا ہے اور راستے سے بھٹکاتا ہے اور اللہ کی اطاعت سے دور لے جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''میرے ساتھ شیطان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی اور یہ تقاضا تھا تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ محبوب وہ ہیں جن کے خلاف شیطان حملہ کرنے نکلا تھا لیکن اللہ نے ان کو اتنی طاقت دی ہے کہ وہ شیطان کافر نہیں رہ سکا۔ بلکہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

لَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الوسوسۃ، ص ۱۸)

اب مجھے شیطان مشورہ تو دیتا ہے مگر نیکی کا مشورہ دیتا ہے، کبھی بھی مجھے مشورہ برائی کا نہیں دیتا' کبھی بھی مجھے مشورہ غفلت کا نہیں دیتا' کبھی بھی مجھے بھٹکانے کی بات نہیں کرتا' کبھی بھی مجھے راہ راست سے ہٹانے کی بات نہیں کرتا۔ وہ میرے ساتھ لگایا گیا تھا جو فرشتے میرے ساتھ ہیں اُن کی عظمتیں اپنی جگہ پر ہیں کہ انہیں میری وجہ سے اتنی عظمتیں ملی ہیں لیکن وہ شیطان جس کی میرے ساتھ ڈیوٹی لگائی گئی تھی اس نے میری اطاعت کو قبول کرلیا ہے اور اُس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

اب شیطان ہونے کے باوجود جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو اب صورتحال یہ ہے کہ اب یہ مجھے اچھائی کا مشورہ دیتا ہے' کبھی بھی مجھے برائی کا مشورہ نہیں دیتا اب اس حدیث صحیح سے وہ سارے وسوسات دور ہو گئے۔

جو آج کے کچھ لوگوں کی اختراع ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاذ اللہ ہم جیسے ہیں' اُن پر بھی شیطان کا حملہ ہو جاتا ہے وہ بھی یہ کر سکتے ہیں وہ بھی فلاں کام

کر سکتے ہیں۔ اُن سے بھی فلاں صغیرہ ہو سکتا ہے یا فلاں مقام پر بھٹکنے کا احتمال موجود ہے جب میرے محبوب علیہ السلام نے واضح کر دیا کہ ڈیوٹی تو اُس کی میرے ساتھ تھی اور وہ بھی تقاضا خداوندی کی برابری تھی اور اللہ نے مجھے اتنی طاقت اور اتنی توفیق دی ہے کہ میں نے اس پر اپنے ایسے اثرات مرتب کر دیئے ہیں۔

فَاَسْلَمَ اب اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ جس نے بھٹکانا تھا اب وہ خود راہ راست پہ آ چکا ہے تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ آپ کی ذات وصفات اور آپ کے کردار اور آپ کے افعال اور معمولات میں ایسی کمی ہو جو دوسرے عام لوگوں میں معمولی خلاف اولی باتیں آ سکتی ہیں۔ ایسا اب وہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس واسطے جو بھٹکانے والا تھا وہ آپ کی نورانیت کے عکس کی وجہ سے راہ راست پہ آ چکا ہے۔

صحیح مسلم میں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

فَاَسْلَمَ

اس کو محدثین کرام نے دو طرح پڑھا:

ایک وجہ فَاُسْلَمُ مضارع کے صیغے کے ساتھ مجہول پڑھا گیا۔

اب اس وقت اس کا معنی یہ ہوگا کہ میرے ساتھ شیطان تو لگایا گیا لیکن میں اس سے محفوظ رکھا گیا' اُس کا کوئی بس مجھ پر نہیں چلتا' میں سلامت رکھا گیا ہوں' میں اس سے سالم ہوں' مجھ پر اُس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ:

فَاَسْلَمَ فعل ماضی کے ساتھ پڑھا ہے۔

اب اس کے مطابق اس کے دو معانی ہیں

(ا) اسلم کا ایک معنی ہے کہ وہ مطیع ہو گیا' فرمانبردار ہو گیا' اگرچہ اب بھی وہ شیطان

ہے اگر چہ اب بھی کافر ہے لیکن وہ میرا مطیع ہو گیا ہے۔ اب وہ میری نافرمانی اور سرکشی نہیں کرتا' بغاوت نہیں کرتا کہ میں راہ راست پر جا رہا ہوں اور وہ مجھے سامنے رو کنے کی کوشش کرے' وہ مطیع وفرمانبردار ہو گیا۔

اس میں اطاعت بھی آسکتی ہے اور اسلام لانا بھی آسکتا ہے۔

(۲) اسلم کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ اگر چہ شیطان تھا لیکن یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا مقام ہے کہ جن کے دربار میں شیطان بھی آیا تو آپ نے اُس کو بھی اسلام عطا فرما دیا۔

اسلم پر بحث کرتے ہوئے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں لکھا:

کہ یہ معنی لینا کہ شیطان نے اسلام قبول کر لیا تو یہ کوئی بعید نہیں ہے اس پر تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صحیح معنی ہے کہ شیطان گمراہ کرنے کیلئے آیا تو تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آتے ہی اُس کو اسلام نصیب ہو گیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث ایسے محقق ہیں جو علی الاطلاق محقق ہیں اور برصغیر پاک وہند کے پہلے جامع محدث ہیں۔

وہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۸۱ پر ارشاد فرماتے ہیں:

ہیچ محل استبعاد نیست در آن کہ مولی تعالیٰ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خود را
بایں فضل وکرامت ممتاز ومخصوص گردانیدہ باشد

(اشعۃ اللمعات جلد ا، ص ۸۱)

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اللہ کی قدرت سے کیا بعید ہے اور وہ تو شانیں اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرماتا ہے تو اُس نے اپنے محبوب کو یہ عظمت بھی عطا فرما دی کہ اوروں کے شیطان تو ان کو بھٹکاتے ہیں اور ان کے پاس جو شیطان آیا تھا تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اُس شیطان کو بھی اسلام عطا فرما دیا۔

اس پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دلیل پیش کی:

اَلْعِلَلُ الْمُتَنَاهِيَه میں ابن جوزی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

كَانَ شَيْطَانُ آدَمَ كَافِراً وَ شَيْطَانِىْ مُسْلِماً

آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہا السلام کس شیطان تو کافر تھا' لیکن میرا شیطان بھی مسلمان ہے:

كَانَ شَيْطَانُ آدَمَ كَافِراً

حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا۔

یہ یاد رکھیں کہ ابلیس ایک وہ جزی حقیقی آگے اُس کی ذریت میں سے ہر ایک ابلیس اور شیطان کہا جا سکتا ہے خود ابلیس کو بھی شیطان کہا جا سکتا اور اُس کی ذریت کو بھی شیطان کہا جا سکتا ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں ''جو شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تھا وہ تو کافر تھا' اُسی کی اولاد میں اگر چہ اُسی کی اولاد ہونے کے لحاظ سے اُس کو شیطان ہی کہا جائے گا۔ لیکن میرے ساتھ آنے کی وجہ سے اُس کو مسلمان کہا جائے گا۔ شیطان چونکہ یہ میری طرف منسوب ہو گیا ہے یہ میرے پاس آ گیا ہے۔

شَيْطَانِىْ مُسْلِمًا ۔ اتحاد سادہ المتقیں میں بھی اس کو روایت کیا گیا ہے۔

اَلنِّهَايَةُ الْجَزْرِيَةُ ۔ میں اس کو روایت کیا گیا ہے۔

اس سے بھی اس معنی کی وضاحت ہو گئی' اس کی تائید ہو گئی کہ اسلم کا معنی یہ کرنا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور دوسرے مقام پر حدیث شریف اس کی وضاحت کر رہی ہے کہ وہ آیا تو تھا۔ میرا قرین شیطان اور فرشتے کو بتایا تو گیا تھا لیکن

فَاَسْلَمَ

میری تجلیاں جب شیطان پہ پڑی ہیں تو وہ میرے ساتھ کافر نہیں رہ سکتا اللہ تعالیٰ نے میرے قرب کی وجہ سے اُس کو اسلام عطا فرما دیا ہے۔

یہ مختصر سی گفتگو جو تھی وہ منصب نبوت کے متعلق تھی۔ اس کو قرآن و سنت، آیات اور ایک حدیث سے ثابت کیا اور اس سے پتہ چلا کہ وہ لوگوں کی محض خرافات ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی کمی کی نسبت کی جائے اور کسی طرح کے وسوسے یا پھسلن یا اسی طرح کی کسی بات کو منسوب کیا جائے۔ ہرگز ایسا نہیں جب وہ باعث ہی ختم ہو گیا وہ علت ہی ختم ہو گئی تو اب اُس کا کوئی اثر مرتب کیا ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسی واسطے اتنی عظیم قرار پائی ہے کہ خالق کائنات نے اعلان نبوت سے پہلے کی زندگی یا اعلان نبوت کے بعد کی زندگی اور اس میں سے ہر لمحے کو اتنا عظیم قرار دیا کہ خود رب ذوالجلال نے اُس کی قسم اٹھالی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت کو یہ حکم دے دیا:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۹)

کہ تم پر یہ لازم ہے کہ تم اس محبوب علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کرو۔ یہ وہ فرض ہے جو ہر سانس میں فرض ہے کچھ فرائض زندگی میں ایک بار کچھ سال میں ایک بار ہیں اور کچھ فرائض دن میں پانچ بار ہیں لیکن یہ فرض مومن پر زندگی کے ہر سانس میں ہے کہ بندہ مومن تب رہے گا جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عیب سے پاک مانتا رہے گا اور اس عقیدے پر برقرار رہے گا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کو معمولی سا بھی عیب قرار دیا جا سکتا ہو۔ اپنا عقیدہ مستحکم رکھنے سے ہی بندہ اپنے ایمان کی لذت کو محسوس کر سکتا ہے اور ایمان اُس کا برقرار رہ سکتا ہے۔ اگر معمولی سی لغزش بھی منصب نبوت کے بارے میں ہو جائے گی تو اُس کو کہیں دور پھینک دیا جائے گا۔

رب ذوالجلال نے تو یہ بھی برداشت نہ کیا:

کہ جب صحابہ کرام راعنا کہہ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ

کرنا چاہتے تھے تو پھر یہی بات منافقین بطور گالی استعمال کر رہے تھے۔

تو خالق کائنات نے ان صحابہ کو بھی اس لفظ کے کہنے سے منع کر دیا کہ اگر چہ تم تو اچھے معنی میں لیتے ہو کہ اے نبی ہماری رعایت کرو' ہمیں بھی ساتھ ملا لو جو تم بول رہے ہو' ذرہ ٹھہر جاؤ ہم اس کو لکھ لیں۔ اللہ فرماتا ہے اگر چہ تم تو رعایت والا معنی لیتے ہو منافقین گالی والا معنی لیتے ہیں۔ ہم ایسا لفظ بھی محبوب کے بارے میں برداشت نہیں کرتے کہ جس کا ایک معنی خرابی والا ہو۔

اس کے بعد اے میرے محبوب کے صحابہ تم راعنا نہ کہو بلکہ تم انظرنا کہو۔ یہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ ہے کہ صحابہ کرام کو بھی حساس کر دیا گیا اگر چہ نیت تمہاری بالکل ٹھیک ہے لیکن اب یہ لفظ بولنا تم پر حرام ہے۔ اس کے بعد جو یہ لفظ بولے گا اس کا ایمان ختم ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ مقام نبوت کیلئے زیادہ سے زیادہ محتاط رویہ ضروری ہے۔ جب خالق کائنات کو یہ بھی برداشت نہیں جس لفظ کے دو معنی ہیں ایک معنی بُرا ہو اور دوسرا معنی اچھا ہو اور بولنے والے اچھے کی نیت سے بول رہے ہوں۔ اللہ فرماتا ہے پھر بھی مجھے یہ لفظ پسند نہیں تم صرف وہ لفظ بولو جس میں صرف اچھا معنی ہو' دوسرا معنی اُس میں موجود ہی نہ ہو۔ وہ لفظ تم بولو جس کا ہر معنی عظمت و تجلی پر مشتمل ہو۔ وہ لفظ بول کے میرے نبی علیہ السلام کی شان بیان کرو۔

مومن کا عقیدہ:

مومن کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہونا چاہیئے کہ جس میں بظاہر اعتراض کی گنجائش بنتی ہو' مومن کی یہ شان نہیں کہ اُس کو اعتراض کی شکل میں بیان کرے یا لوگوں کے ذہن میں وسوسے پیدا کرے نہیں نہیں بلکہ اُس کو اپنے ذہن کی سوئی وہیں رکھنی چاہیئے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کا مقام و مرتبہ عیب سے پاک ہے یہ جو بات سامنے آ گئی ہے یہ سمجھنے کے لائق ہے اس کو سمجھو اور یہ ہمارا دعویٰ ہے۔

رب کعبہ کی قسم قرآن وسنت میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس کا کوئی عیب نکلتا ہو جہاں کوئی عیب کسی کو نظر آئے گا وہاں توجہ کریں گے تو عظمتوں کے کئی گلستاں آباد نظر آئیں گے۔اب دیکھئے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے اجتماع میں بیٹھے ہیں۔

جامع ترمذی اور ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ (جامع الترمذی، باب دعا یا مقلب القلوب، حدیث ۳۵۲۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر ص ۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ اے دلوں کو بدل دینے والے

ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ (جامع الترمذی باب دعا مقلب القلوب حدیث ۳۵۸۷)

میرا دل اپنے دین پر پکا رکھ۔

اپنے دین پر میرے دل کو پکا رکھ تو دلوں کو بدلنے والا ہے۔مگر میرا دل یہیں پکا رکھ۔میرے دل کو تبدیل نہ کر' یہ دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود مانگتے ہیں۔

ثَبِّتْ قَلْبِىْ میرا دل دین پر ثابت رکھ

شاید آج کے ماحول کا کوئی بندہ یہ بات سنتا تو کہتا کہ دیکھو رسول پاک کو بھی اپنے دل کا خطرہ ہے اور ہر وقت یہ دعائیں مانگتے ہی رہتے ہیں کہ اے اللہ! میرا دل کو یہیں ثابت رکھ کیا آپ کو اپنے بارے میں خطرہ ہے کہ کہیں میرا دل صراط مستقیم سے ہٹ نہ جائے' یہ کوئی بعید نہیں۔آج کے ماحول میں ایسے عناصر موجود ہیں آپ اس کے گواہ ہیں جو ایسی باتوں سے فوراً ایسے نتائج اخذ کرتے ہیں اور اس سے بھی کہیں بڑی باتیں

کر جاتے ہیں مگر میں قربان جاؤ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدہ پر جب اُن کے مجمع میں بار بار یہ دعا مانگی گئی تو اُن میں سے کسی شخص نے بھی یہ اخذ نہیں کیا کہ نبی علیہ السلام اپنی بات کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس لفظ سے اپنا معاملہ سمجھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ صحابہ کے بارے میں نہیں بول رہے تھے بلکہ اپنے بارے میں بول رہے تھے "ثبت قلبی" یہ نہیں فرمایا "ثبت قلوبنا" اے اللہ ہمارے دلوں کو ثابت رکھ۔ دعا یہ ہے کہ ثبت قلبی اے اللہ میرے دل کو اپنے دین پہ ثابت رکھ۔

لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سوال کیا تھا قربان جاؤ منصب نبوت کو سمجھنے والے اُس کو کتنا سمجھتے ہیں اور اُس پر کتنا پہرہ دیتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

آمَنَّا بِکَ ہم آپ پر ایمان لے آئے

آمَنَّا جِئْتَ بِہٖ اور ہم آپ کی شریعت پر بھی ایمان لے آئے۔ ہم نے آپ کو بھی مانا اور آپ کی شریعت کو بھی مانا۔

فَھَلْ تَخَافُ عَلَیْنَا کیا آپ کو ہمارے بارے میں کوئی خطرہ ہے کہ ہمارا دل ہٹ جائے گا۔

تَخَافُ عَلَیْنَا یہ جملہ بڑا قابل غور ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بات ثَبِّتْ قَلْبِیْ سے کی کہ میرا دل ثابت رکھ ادھر صحابہ کہتے ہیں تخاف علینا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ جو دعائیں مانگتے ہیں یہ بات ہماری ہے۔ بات آپ کے دل کی نہیں' یہ بات ہمارے دل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں صحابہ نے یہ نہیں سمجھا کہ ان کو ابھی تک معاذ اللہ پک اور یقین نہیں کہ میرا کیا بنتا ہے اور بار بار ثبت قلبی کہتے ہیں۔

کسی کو یہ خدشہ ہی نہیں ہوا۔ صحابہ کرام سمجھ گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل کی دعا مانگ رہے ہیں۔ حقیقت میں ہمارے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔

هَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا

اگر یہ اندیشہ سرکار کے بارے میں ہوتا تو ان کا سوال یہ ہوتا وہ کہتے

هَلْ تَخَافُ عَلٰى نَفْسِكَ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ابھی تک آپ کو اپنے بارے میں بھی خطرہ ہے کہ دل ہدایت سے ہٹ جائے گا، کسی صحابی نے یہ جملہ کہ جس سے ظاہر طور پر یہ اخذ کیا جا سکتا تھا مگر کسی نے بھی یہ مطلب اخذ نہیں کیا۔ انہوں نے سمجھا ہوا تھا کہ ایسے معاملے ہمارے لئے ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ یوں دعا کر رہے ہیں کہ ثبت قلبی اے اللہ! میرے دل کو ثابت رکھ لیکن مراد یہ ہے کہ میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے دلوں کو ثابت رکھ۔

اس بات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر منطبق نہیں کیا کہ وہ یہ چرچا شروع کر دیتے کہ ہمارے نبی علیہ السلام دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں کب ان کا دل معاذ اللہ دین سے ہٹ جائے۔ ایسا کسی قسم کا کوئی خدشہ اُن کو نہیں ہوا جس طرح کہ آج کے پروپیگنڈے شروع ہو جاتے ہیں۔ تمام صحابہ اتفاق سے ماننے والے ہیں کہ ایسے الفاظ سے مراد اُمت ہوتی اُن کی نسبت اُمت کی طرف ہوتی ہے اور اُن کا معاملہ امت کی طرف ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دعا کو اپنے بارے میں سمجھا اور پوچھا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو ہمارے بارے میں خوف ہے'' تو آپ نے فرمایا:

نَعَمْ ہاں مجھے تمہارے بارے میں ہے۔

یہ یاد رکھو میرے محبوب علیہ السلام نے بالآخر یہ گارنٹی بھی دے دی تھی۔

بخاری شریف میں ہے:

وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

(بخاری شریف ۱/۵۸۵، مکتبہ قدیمی)

میرے صحابہ اب مجھے تمہارا کوئی خطرہ ہی نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک بنو گے تم مشرک نہیں بنو گے، میں گارنٹی دے رہا ہوں۔ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔ اُس وقت ابھی ابتدائی مراحل تھے اور اُن کو ابھی مزید تیار کرنا چاہتے تھے اور پکا کرنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اُس کے تصرفات کا بیان کرنا چاہتے تھے۔

آپ نے فرمایا:

اِنَّ الْقُلُوْبَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰہِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر ص۲۲)

اس واسطے مجھے تم پر خوف ہے کہ بندے کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جو اُس کی شان کے لائق انگلیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جیسے چاہتا ہے دلوں کو بدلتا ہے۔ تو اس واسطے میں تمہارے لئے دعا مانگ رہا ہوں تا کہ تمہارے دل مستحکم رہیں اور پکے رہیں اور نیتجتاً آپ نے یہ ارشاد فرمایا: قسم اٹھا کے

وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

خدا کی قسم ہے مجھے تمہارے مشرک ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اب تم کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کرو گے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی محبت آ جائے اور تم اُس میں لگ جاؤ لیکن اب تم میں کبھی شرک نہیں آ سکے گا تو مطلب یہ تھا اس حدیث کو بیان کرنے کا کہ کوئی ایسا لفظ حدیث شریف میں آ جائے کہ جس میں کوئی ایسی صورتحال نظر آ رہی ہو۔ مومن کی یہ شان نہیں کہ اُس سے اعتراض اخذ کرے۔ مومن کی یہ شان ہے کہ اُس کو اس پس منظر میں دیکھے جس طرح پہلے مومنین نے دیکھا ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا

(پارہ ۱، سورہ البقرہ، آیت ۱۳۷)

اگر ایمان چیک کرنا چاہتے ہو۔ صحابہ کرام جیسا ایمان بنالو پھر ایمان معتبر ہوگا تو
اُن کا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ جہاں لفظ میں گنجائش بنتی بھی تھی لیکن انہوں نے وہاں
گنجائش کسی قسم کی نہیں آنے دی اور اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ بات رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کے قلب اطہر کی نہیں بلکہ ہمارے دلوں کی بات کی جارہی ہے اور وہ بھی ایک جہت
کے لحاظ سے ورنہ بعد میں اُن کے دلوں کے بارے میں بھی اپنی بشارت کی خبر عطا فرمادی۔

اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے لحاظ صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کا جو عقیدہ ہے اور اُس کی ایک تفصیلی حیثیت ہے اُس کو بھی بخاری شریف
بیان کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے مقام پر تشریف فرما تھے
۔ بخاری شریف جلد ا، ص ۳۷۹، پر یہ حدیث شریف ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تشریف فرما ہیں۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشرکین کی طرف سے سفیر بن کر یہ آئے ہوئے
تھے۔ انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخصیت کا جنہوں کا کلمہ پڑھ لیا اور اُن کا نبی مان لیا
اب وہ اُن کا ادب کیسا کرتے ہیں۔

منصب نبوت کے بارے میں اُن کا عقیدہ کیا ہے۔ منصب نبوت کے بارے
میں یہ جو پہلے مسلمان ہیں ان کا عقیدہ کیا ہے؟

صحیح بخاری میں وہ حقیقت موجود ہے۔ اللہ کے فضل سے آپ کو تسکین حاصل
ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی وہ چمک آج ہمیں عطا فرما
رکھی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عروہ بن مسعود آئے وہ کٹر مشرک تھے اور
ابتدائی گفتگو میں پہلی کوئی باتیں گڑبڑ بھی کرتے رہے جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ
عنہ کو غصہ آیا تو تلوار کی نوک سے اُن کو پیچھے ہٹایا اور ایک بہت سخت جملہ بھی اُن کے
بارے میں بول دیا۔

اس انداز میں عروہ بن مسعود بیٹھے ہوئے تھے کہ اپنی آنکھ کے آخری حصے کے

ساتھ نگاہیں پھیر کے دیکھ رہے تھے کہ یہ جو لوگ کلمہ گو ہیں نبی علیہ السلام کو ماننے والے ہیں۔ یہ کیا مانتے ہیں۔ ماننے کا مطلب کیا ہے جب کسی کو نبی تسلیم کرلیا جاتا ہے تو اُس کو کیا مانا جاتا ہے۔ یہ وہ مشاہدہ کررہے تھے تاکہ وہ قریش کو جاکے بیان کریں کہ یہ صورتحال تھی میں بادشاہوں کے دربار میں بھی گیا ہوں اور میں ایک پیغمبر کی بارگاہ میں بھی آیا ہوں میں ان کے درمیان فرق کرنا چاہتا ہوں ان دونوں درباروں میں فرق کیا ہے؟

عروۃ بن مسعود حدیبیہ میں بیٹھ کے سب کچھ دیکھتے رہے جب واپس پہنچے تو اُس نے یہ بات بیان کردی کہنے لگے:

مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۳۷۹، قدیمی کتب خانہ)

گفتگو کے آغاز میں اچھی گفتگو کی کہنے لگا

وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَی الْمُلُوْکِ

میں بہت سے بادشاہوں کے پاس گیا۔

وَفَدْتُّ عَلٰی قَیْصَرَ وَ کِسْرٰی وَالنَّجَاشِیْ

میں قیصر کے پاس بھی گیا۔ میں نجاشی کے پاس بھی گیا میں کسریٰ کے پاس بھی گیا اگرچہ یہ اُس وقت مشرک تھے اللہ کی قسم اٹھا کر کہنے لگے:

وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خدا کی قسم ہے میں نے آج تک کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جتنی تعظیم مسلمان اپنے نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں۔

اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا

میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا۔

یُعَظِّمُ اَصْحَابُہٗ

اُس کے اصحاب اُس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں۔

مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّداً

جو تعظیم اصحاب رسول نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں اتنی تعظیم میں نے کسی دربار میں نہیں دیکھی۔ میں قیصر کے پاس گیا، کسریٰ کے پاس گیا' میں نجاشی کے پاس گیا' میں نے ایسی تعظیم کہیں نہیں دیکھی جتنی تعظیم یہ صحابہ اپنے نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں۔

اب غور سے اس بات کو سننا اور یہ آج بھی حق کا معیار ہے۔ منصب نبوت اور عقیدہ مومن کے لحاظ سے کہ وہ پہلے مومن جنکا ایمان رجسٹرڈ ایمان تھا اور اللہ نے جس ایمان کو معیار بنا رکھا تھا۔

عروہ بن مسعود نے جو کچھ دیکھا تھا وہ سب کچھ اُس نے قریش کو بتا دیا۔

صحابہ کرام کے عقیدے کا عروہ بن مسعود پر اتنا اثر ہوا۔ حضرت عروہ بن مسعود کے دلوں سے بتوں کی محبت ختم ہوگئی۔ اُن کے دل پر اسی محبت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ جس شخص کو قریش نے نبوت کا امیدوار بنایا ہوا تھا اور جھگڑے کرتے تھے۔ اے اللہ تو نے اس کو نبی بنانا تھا۔ یہ نبوت کے زیادہ لائق ہے تو اللہ تعالیٰ فرما رہا تھا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

مجھے زیادہ علم ہے کہ میری رسالت کس کے پاس ہونی چاہیئے اور نبوت کس کو دوں گا۔ جس عروہ کو تم نبی بناتے ہو یہ تو میرے نبی کی غلامی کا امیدوار بننے والا ہے اور واقعی وہ غلام بن گئے اور منصب شہادت پر بھی فائز ہوئے۔

یہ عروہ بن مسعود حدیبیہ میں صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھ کر جب واپس پہنچا تو اس نے سب کچھ بیان کر دیا' سب سے پہلا جملہ یہ تھا:

مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ

اے قریش میں حیران رہ گیا ہوں لوگ اپنے محبوب سے پیار کرتے ہی رہتے ہیں لیکن میں نے آج وہ محبوب دیکھے ہیں اُن کی ایسی تعظیم دیکھی ہے کہ جس تعظیم کی

مثال مجھے کائنات میں نظر نہیں آئی۔ میں جہاں دیدہ انسان ہوں' میں نے آج پہلی بار دیکھا اب حدیبیہ سے ہو کے آیا ہوں یہ مسلمان اپنے نبی کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد اُنکو اتنا عظیم سمجھتے ہیں کہ ان کے محبوب علیہ السلام جب اپنے ہونٹوں سے اپنا تھوک مبارک جدا کرتے ہیں۔ ان کے صحابہ اُس کا بھی ادب کرتے ہیں۔ اُس تھوک مبارک کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔ کیسے ادب کرتے ہیں کہ اُس کو زمین پہ نہیں گرنے دیتے' اپنی ہتھیلیوں پہ سجاتے ہیں اور ہتھیلی پہ لینا بھی اگرچہ بڑا ادب ہے۔ ہتھیلی پہ لے کے کپڑے سے صاف کرلیا جائے۔ عروہ کہتے ہیں میں دیکھتا رہا ہوں ایسا بھی نہیں کہ وہ لعاب ہتھیلیوں پہ لے کے رومالوں سے صاف کردیں۔

دَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ

جس کو ملتا تھا وہ ماتھے پہ لگا لیتا تھا۔

اب عقیدہ مومن کس انداز میں نمایاں ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والے لوگ جنہوں نے براہ راست دین حاصل کیا آج تو ہمیں طعنے مل سکتے ہیں کہ تم غلو نے کرلیا ہے۔ تم یہ پرست ہو گئے یہ تو ہم پرستی ہے۔ اب ان کو کون توھم پرست کہے گا' کوئی نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ حق پرست لوگ ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی بات ہوتی تو فوراً آپ اُن کو روک دیتے۔ آپ نے صحابہ کو روکا نہیں بلکہ خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اب یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہیں' جب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو وصول کیا تھا تو کیا بتا رہے تھے لوگو یہ نہ سمجھنا کہ یہ ہمارے جیسے ہیں ہم ان جیسے ہیں۔ جن کے لعاب کی مثال نہ ہو اُس رسالت مآب کی مثال کہاں سے آئے گی۔

لعاب دہن کی تعظیم ہو رہی ہے اور اُس کا ادب ہو رہا ہے اور عقیدہ مومن واضح کیا جا رہا ہے۔ وہ عقیدہ مومن کہ جس کو دیکھ کر کٹر مشرک مومن ہو گیا۔ وہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے منصب نبوت اتنا عظیم سمجھا ہوا تھا کہ اب جن کا کلمہ پڑھ لیا

ہے۔اُن کے لعاب دہن کی بھی تعظیم کرنی چاہیئے اور نخامۃ گاڑھے تھوک کو کہتے ہیں۔ پتلا تھوک اتنا نفرت والا نہیں ہوتا جتنا بلغمی اور گاڑھا تھوک قابل نفرت ہوتا ہے لیکن یہاں میرے محبوب علیہ السلام کا جو تھوک ہے وہ تھوک تو نہیں تھا بلکہ وہ تو گل مقدس کی پتیوں پر لوح محفوظ کا شبنم تھا اور چشمہ رحمت کی جھاگ تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہونٹوں سے یہ جھاگ جدا ہوتا ہے۔ صحابہ نیچے نہیں گرنے دیتے' ماتھوں پہ لگا کر صحابہ قیامت تک کے آنے والے لوگوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ ان کا لعاب دہن بھی اتنا برکت دیتا ہے کہ ہم ماتھوں پہ لگا کر سورج چاند ستاروں سے مقابلہ کر رہے ہیں اور بعد میں آنے والو یہ عقیدہ رکھنا کہ جس کے لعاب کی مثال نہیں ملتی' اُس رسالت مآب کی مثال کیسے آسکے گی۔

اب اس مقام پر اختصار ملحوظ خاطر ہے۔

دوسرے نمبر پر عروہ بن مسعود کہنے لگے اے قریش میں نے ان کے صحابہ کو دیکھا۔

اِذَا اَمَرَهُمْ فَابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ

وہ ایسے بھی نہیں کہ وہ لعاب دہن سے تو پیار کریں اور کام کی باری آئے تو سارے پیچھے ہٹ جائیں اور خون دینے کی باری آئے تو پیچھے ہٹ جائیں۔ نہیں میں نے دیکھا ہے:

اِذَا اَمَرَهُمْ فَابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ

جب اُن کے نبی علیہ السلام حکم دیتے ہیں تو سارے ہی تیار ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک شخص کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ یہ کام میرے حصے میں آئے اور میں یہ کام کر کے آؤں

تیسرے نمبر پہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بڑا ہی حیران ہوا کہ

اِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ

جب ان کے نبی علیہ السلام وضو کرتے ہیں تو ان کے دیوانے مستعمل پانی بھی نیچے نہیں گرنے دیتے۔ لعاب دہن تو پھر بھی بدن سے پیدا ہوا تھا لیکن یہ پانی جو بھی

مشکیزے میں تھا اس کو کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے لگا ہے تو اب اس کو اتنا عظیم سمجھا جا رہا ہے' نہ اُس کو نیچے گرنے دیتے ہیں' نہ اُس کی بے ادبی ہونے دیتے ہیں۔ اُس کو چومتے اور ماتھے پہ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں لوگو! پہلے یہ پانی عام تھا اب عظمت والے پیکر سے لگ کے یہ پانی بھی عظمت والا بن گیا ہے۔

منصب نبوت اور عقیدہ مومن کو سمجھنے کیلئے یہ کتنا حسین موقع ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اُس پانی کی بھی تعظیم کر رہے ہیں بلکہ اُس کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے مشکل کشائی اور حاجت روائی کیلئے استعمال بھی کرتے ہیں۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں تو صحابہ مستعمل پانی نیچے نہیں گرنے دیتے اُس وقت پانی کو حاصل کرنے کیلئے صحابہ کی حالت یہ ہوتی ہے

كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ

پانی حاصل کرنے کیلئے وہ جھگڑا بھی کرتے ہیں۔ ویسے تو آپس میں شیر و شکر ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں لیکن اس مقابلے میں پانی حاصل کرنے کیلئے جھگڑا بھی کرتے ہیں اور میرے نبی علیہ السلام نے ایک بار بھی منع نہیں فرمایا۔

نہ طبعی وجہ سے کہ گھبراہٹ آ گئی ہو کہ یہ کیا تم نے رش کیا ہوا ہے پیچھے ہٹو' مجھے وضو کرنے دو۔ وہ جو لکڑی کے عاشق کو گلے سے لگانے والے ہوں وہ ان عاشقوں کو کیسے پیچھے ہٹا سکتے تھے' نہ طبعی وجہ سے منع فرمایا اور نہ شرعی وجہ سے منع فرمایا۔ صحابہ پانی لیتے رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق فرماتے رہے اور قیامت تک کیلئے لوگوں کو یہ عقیدہ ملتا رہا کہ جس کو نبی مان لیا جائے۔ اُن کو خطاؤں سے اتنا پاک مانا جاتا ہے۔ اُن کے بدن کو اتنا نورانی مانا جاتا ہے کہ اُس بدن سے جو پانی لگ جائے اُس پانی کا بھی ادب کیا جاتا ہے اور اس انداز میں ادب کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

مَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ

اب پانی تو تھوڑا سا ہے لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تو چودہ سو ہیں' کئی مقام پر ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ اب ہر ایک کو ایک ایک قطرہ کیسے ملے گا تو اُن کی محبت نے خود فیصلہ کرلیا کہ جس صحابی کے ہاتھ پہ ایک قطرہ گرا ہے۔ بھائیو! اُس ہاتھ کو ہی ہاتھ لگا لیتے ہیں۔

مَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِه

جس کو پانی نہیں ملتا تھا وہ اُس تر ہاتھ کو ہاتھ لگاتا تھا جس پر پانی کا ایک قطرہ گرا ہے وہ کیا ثابت کر رہے تھے۔ لوگو ہم تو ھم پرست نہیں ہم حق پرست ہیں اور اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ منصب نبوت کی جو عظمت ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کا بدن تو عظمت والا ہے ہی بدن کی تو کوئی مثال نہیں۔ اُس جسم سے جو پانی لگا وہ بھی بے مثال اور وہ پانی جس ہاتھ پہ لگا وہ بھی بے مثال ہے۔ اب صحابہ کرام اُس ہاتھ کو ہاتھ لگا کر اس حیثیت کو واضح کر رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو چیز کئی سلسلوں سے منسوب ہو جاتی ہے وہ چیز بھی ہمارے نزدیک محترم اور عظمت والی بن جاتی ہے۔

چوتھے نمبر پر عروہ بن مسعود قریش کو جا کر یہ بتاتے ہیں کہ یہ بھی دیکھو اے قریش

اِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ

اُن کے پاس بیٹھنے والے شیر دل جن سے حکومتیں کانپتی ہیں وہ اپنے نبی علیہ السلام کے پاس یوں سانس روک کے بیٹھے ہیں کہ اُن میں کسی کی مجال نہیں کہ وہ بولے اور اپنے آواز اونچی کرے۔ باقی خاموش بیٹھے ہیں جن نے مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ ہی بولتا ہے لیکن اس انداز سے کہ وہ اپنی آواز کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچا نہیں ہونے دیتا۔

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

جو اللہ نے منصب نبوت کا ادب سکھایا ہے۔ اُس کو ادا کر رہے ہیں اُن میں سے کوئی اپنی آواز کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچی نہیں ہونے دیتا اور یہ ادب بعد والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اپنے جیسوں کا ادب کون کرتا ہے۔ آج کچھ لوگ اُن کی ذات کے برابر ذات اُٹھائے پھرتے ہیں۔ صحابہ کہتے ہیں اُن کی ذات برابر بات بھی نہیں کی جائے گی اور اُن کی

بات کے برابر بات بھی نہیں کی جائے گی اور اپنی بات کو بھی پست رکھا جائے گا۔

پانچویں نمبر پر عروہ بن مسعود قریش سے کہتا ہے:

مَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظْرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ (بخاری شریف جلد ا،ص ۳۷۹)

اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو پوری آنکھ کھول کے اُن کی طرف دیکھ رہا ہو۔ سارے دیکھنے کے مشتاق تو بڑے تھے۔ اُن کی اُس وقت عید ہوتی تھی جب رسول علیہ السلام کی دید ہوتی تھی وہ مشتاق بڑے تھے مگر ادب اتنا تھا کہ کہیں براہ راست آنکھیں چار ہونے سے توہین نہ ہو جائے۔

حالانکہ آنکھ کا نور بڑا نازک ہے جب بندہ دیکھتا ہے تو یہ کوئی تپش نہیں ہے جس سے دوسرے بندے کو تکلیف ہو یہ اگرچہ نرم نور ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اس سے بھی زیادہ نرم ہے۔

صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھتے ہیں آنکھیں کھول کھول کے نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا سائیڈوں اور آنکھ کے کناروں سے دیکھتے ہیں۔

تَعْظِیْمًا لَّہٗ

اے قریش وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے میں ان کی تعظیم کرتے ہیں

اب آپ دیکھیں کہ یہ وہ پانچ باتیں ہیں جن کو حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نوٹ کیا اور اُن پر اس کا اثر ہوا اور قریش کو جا کر انہوں نے لرزہ براندام کر دیا اور قریش واقعی مرعوب ہوئے کہ ہم سمجھتے تھے کہ وہ ایسے ہوں جیسے شاید کہ بادشاہ کے سپاہی ہوتے ہیں جب جنگ ہوگی کچھ بھاگ جائیں گے اور کچھ رہ جائیں گے۔

یہاں بادشاہ اور سپاہی والا معاملہ نہیں بلکہ یہاں تو منصب نبوت کے ادب والا معاملہ ہے اور یہ لوگ ایسے نہیں کہ وہ بھاگ جائیں گے۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بار بار جس کا مشاہدہ کیا وہ بتا رہے تھے کہ کہیں لعاب ماتھے پہ لگایا جا رہا ہے اور پانی کو اٹھایا جا رہا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ کام کرنے والے کوئی بدھو لوگ نہیں تھے

بلکہ یہ وہ لوگ تھے جن کو زمانہ سلام کہتا ہے۔ یہ کون تھے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو لعاب دہن لگا رہے یہ جاہل بدھو نہیں تھے۔ بھائیو!

یہ صدیق وعمر تھے رضی اللہ عنہما

یہ طلحہ وزبیر تھے رضی اللہ عنہما

یہ سعد وسعید تھے رضی اللہ عنہما

جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ماتھے پر لگا کر بعد والوں کو بتا رہے تھے تم کروڑوں مل جاؤ ہمارے قدموں کی خاک تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ہم ان کو اتنا عظیم سمجھتے ہیں کہ ان کا لعاب دہن بھی ہم ماتھوں پہ سجاتے ہیں۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو پانچ چیزیں بیان کی ہیں یہ محبت کا جذبہ ہے رب کعبہ کی قسم ہے۔ اگر آج کوئی اس کھوج میں نکلے کہ آج یہ عقیدہ کہاں رہتا ہے آج اس کا مسکن کیا ہے۔ آج یہ عقیدہ کس سینے میں موجود ہے اور بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں۔

یہ عقیدہ سنی کے سینے میں آج بھی موجود ہے۔

دوسری طرف کا کوئی محدث شیخ الحدیث مفتی جس کا سبق ہی یہ ہے کہ اُن کے بھی دو ہاتھ ہیں' ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں۔ اُن کے بھی دو قدم ہیں' ہمارے بھی دو قدم ہیں اُن سے جب پوچھو گے کہ نبی علیہ السلام کے لعاب دہن کا مرتبہ کیا ہے تو جو ذات کے مرتبے ایسے بیان کر رہے ہیں وہ لعاب کے مرتبے کو کیا بیان کریں گے۔ لیکن اہل حق اہل اسلام تم میں سے کوئی سادہ سا بندہ جو ریڑھی لگانے والا ہے' نہ محدث' نہ مفتی' نہ حافظ' نہ قاری' نہ عالم ہو اُس سے پوچھو اگر تجھے لعاب دہن مل جائے تو کیا قیمت دو گے۔

وہ کہے گا جان دے دوں گا' لعاب دہن لے لوں گا۔

یہ ہے عقیدہ مومن کی چمک جو آج بھی اللہ کے فضل سے ہمارے اہلسنت کے سینے میں موجود ہے۔

باب نمبر 4

محاسبۂ نفس اور اس کا طریق کار

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بُک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور پُرنور، شافع یوم النشور، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، سیدِ سروراں، حامیٔ بے کساں، امام المرسلین، خاتم النبیین، احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود عرض کرنے کے بعد

ربِ ذوالجلال کی توفیق اور فضل سے ماہِ رمضان المبارک کی ایک سہانی صبح میں ادارہ "صراطِ مستقیم" کی طرف سے فہمِ دین کورس کے چوتھے درس میں ہمیں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دُعا ہے رب ذوالجلال ہماری آمد کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے ہمارا آج کا موضوع بھی بڑا اہم موضوع ہے۔

''محاسبۂ نفس اور اُس کا طریقِ کار''

میری دُعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہمیں اس نُورانی موسم میں محاسبۂ نفس کی دعوت سمجھ کر عملاً اس محاسبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس عمل کا ہمیں ربِّ ذوالجلال اَجر وثواب عطا فرمائے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے انسان کو پیدا فرما کے اس کو جان دے کر صحت دے کر اور مختلف قسم کی سہولتیں دے کر خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس کو اس دُنیا کی زندگی میں آخرت کی تیاری کا حکم دیا۔

چونکہ مادہ پرستی کی گرد وغبار سے اور نفسانی خواہشوں اور لذّات کی وجہ سے انسان کو اپنی زندگی کا حقیقی مقصد بھول جاتا ہے۔اس کو ساتھ ساتھ محاسبہ کی دعوت دی گئی

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآنِ مجید برہانِ رشید میں بڑے محبت بھرے انداز میں متوجہ کیا:

سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۱۸ میں خالقِ کائنات کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ۔ اے ایمان والو

اِتَّقُوْا اللّٰهَ ۔ اللہ سے ڈرو

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ بِمَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

اور ہر جان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کیلئے آگے کیا بھیج رکھا ہے۔

وَاتَّقُوْا اللّٰهَ ۔ اور اللہ سے ڈرو

اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (پارہ۲۸،سورہ الحشر،آیت۱۸)

بے شک رب ذوالجلال تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ڈرنے کا حکم دیا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا O Belivers!

اِتَّقُوا اللّٰہَ Fear Allah

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

and let every soul should see that what it sent

for the tomorrow.

مَا قَدَّمَتْ . جو اس نے بھیجا لِغَدٍ کل کیلئے

قرآن مجید کی اس آیت سے پتہ چل رہا ہے کہ دنیا اور آخرت دو ہی چیزیں ہیں۔ دنیا کو آج سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور آخرت کو کل سے تعبیر کیا جا رہا ہے گویا کہ دو دن پوری زندگی کا خلاصہ ہے۔

خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے محاسبۂ نفس کا پیغام دیا

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ

ہر نفس کو یہ سوچنا چاہیئے کہ اُس نے کل کیلئے آگے اپنے رب کے پاس کس چیز کو مقدّم کیا ہے اور کیا بھیجا ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس بات سے بھی لوگوں کو متنبہ کر دیا کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں اُس کو جاننے والا ہوں۔ خالقِ کائنات نے آیۂ مبارکہ میں دوبار ڈرنے کا حکم دیا۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ اس میں بھی ڈرنے کا حکم ہے۔

وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اس میں ڈرنے کا حکم ہے۔

تو اس میں دوبار ڈرنے کا حکم دے کر محاسبہ کے مضمون کو خالق کائنات جل جلالہٗ نے موکد بنا کر پیش کر دیا یا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ایک اللہ کے اوامر کی ادائیگی جو اُس نے ہم پہ فرض کیا اُس کو بجالانا دوسرا ہے اس کی نواہی سے اجتناب کرنا جن باتوں سے اُس نے منع کیا اُن سے دور رہنا تو دونوں میں ہی ڈرنے کی ضرورت ہے۔ پہلے اِتَّقُوا اللّٰهَ کا تعلق فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ہے کہ فرائض مجھ سے ڈرتے ہوئے ادا کرو اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو میں نے تم پر حرام کیا اُن سے بھی مجھ سے ڈرتے ہوئے بچتے رہو تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے بڑے ہی جامع اور خوبصورت انداز میں پیش کر دیا ہے اور کتنا ابھی باقی ہے اور جو پیش کر دیا وہ کیا اس لائق ہے کہ تم اُس کو لے کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو سکو۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ تم ندامت سے سر ہی نہ اُٹھا سکو جو عمل ہے وہ اتنا قبیح ہے اتنا گندہ ہے کہ اُس کو ساتھ لے کے رب کے دربار میں کھڑا ہونا ہی بڑا مشکل ہو جائے۔ اس واسطے تم اُس سے ڈرو اور آج محاسبہ کرو کہ ہم جو کچھ رب کے دربار میں لے کے کھڑے ہونگے وہ ایسا ہونا چاہیئے کہ ہم اس لائق تو ہوں کہ وہاں ہم حاضر ہو سکیں کہیں ان اعمال کی ندامت کی وجہ سے ہم اپنا سر جھکائے اپنے آپ کو قبیح صورت کے اندر سمجھیں۔ جس کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہونا ہی مشکل ہو جائے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

يَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا تَخۡفٰى مِنۡكُمۡ خَافِيَةٌ (پارہ ۲۸، سورہ الحاقہ، آیت ۱۸)

جس دن تم سب کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔

کوئی جان اُس دن چھپ نہیں سکے گی کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ باقی سب تو پیش

ہو جائیں گے اور اُن کا نامہ اعمال سامنے ہوگا اور پوری کائنات کی آنکھیں لگی ہوئی ہونگی اُن کے دن رات کے معاملے میں دفتر کھولے جارہے ہونگے اور میں ایسے میں چھپ جاؤں گا۔

خالقِ کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے ہرگز ایسا نہیں ہوگا اور کوئی بھی چھپ نہیں سکے گا اور ہر ایک کے تمام معاملات کو بر سرعام رکھا جائے گا۔ اُس دن جو ندامت ہوگی اُس سے بچنے کیلئے آج محاسبہ کرتے ہوئے یوں اپنی زندگی گزارو کہ کل ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بلکہ اتنی پاکیزہ زندگی ہو محاسبہ کے عمل کے نیچے کہ اللہ کی رحمت بڑھ کے اس کو اپنے گلے لگالے۔

خالقِ کائنات اُس کو انعامات سے نوازتا ہوا میدانِ حشر میں فردوس کی طرف روانہ فرمادے۔ رب ذوالجلال کا سورۃ الغاشیہ کی آیت نمبر ۲۵ اور ۲۶ میں یہ فرمان ہے:

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (پارہ ۳۰، سورہ الغاشیہ، آیت ۲۵،۲۶)

ہماری طرف ہی سب نے لوٹنا ہے اور ہم نے ہی سب کا حساب کرنا ہے تو اُس حساب سے پہلے ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہم خود پہلے اپنا حساب کرتے رہیں۔

ایک تو ہم حساب کے عادی بن چکے ہونگے اپنی ذات کا حساب اپنی مصروفیات کا حساب اپنے معمولات کا حساب جب ہم خود کرتے ہونگے وہاں آسانی پیدا ہو جائے گی اور دوسرا روزانہ کے محاسبہ سے ہماری ایسی صورتحال بن جائے گی کہ غلطیاں بہت کم رہ جائیں گی اور نیکیاں بہت زیادہ ہونگی تو خالق کائنات جل جلالہٗ کی بارگاہ میں جب حساب ہو رہا ہوگا تو رب ذوالجلال اپنے فضل سے اپنے اس بندے کو نواز رہا ہوگا۔

قرآن مجید نے محاسبہ کی اس دعوت کو اتنے خوبصورت طریقے سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اس کی وضاحت کی اور اپنے فرامین کی

روشنی میں اس کے ہر مرحلے کو مزین کیا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک یہ پیغام اس انداز میں پہنچا کہ وہ لوگ جنہوں نے کبھی حشر کے حساب کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا اور جو جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہر وقت سوئے رہتے تھے اُن کے نزدیک محاسبہ کی یہ دعوت اتنی تیز ہوگئی کہ سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور فرمان جس کو امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع کبیر میں نقل کیا:

ابن ابی دنیا نے محاسبۃ النفس کتاب کے اندر اس کا ذکر کیا ہے۔ مدارج السالکین میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (مدارج السالکین ۱/۱۹۹)

قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے تم خود اپنا حساب کرو، اپنا محاسبہ کرو اپنے معمولات کو دیکھو۔ اپنے اعمال کی تلاشی لو تفتیش کرو کہ تم سے جو کام ہو رہے ہیں وہ کس نوعیت کے ہیں کیا اُن میں کسی نظر ثانی کی صورت ہے کیا اُس میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے یا وہ سارے بالکل صحیح ہیں یا اُن کاموں کی جگہ تمہاری سیرت میں کچھ اور کام ہونے چاہیئے۔

حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ . خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

وَزِنُوْا قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا .

قبل اس کے کہ تمہارا وزن کیا جائے خود بھی اپنا وزن کیا کرو۔

اپنے اعمال کا وزن خود کیا کرو۔ قبل اس کے کہ وہ یوم الدین آجائے جس دن اعمال کی ویلیو وزن کے لحاظ سے ہوگی۔ کافر کے اعمال کا کوئی وزن نہیں نکلے گا اگرچہ وہ کتنی بڑی سماج کی خدمت کر رہا ہو اور کتنے لوگوں کے ساتھ اُس نے اچھا سلوک کیا ہو۔

قیامت کے دن اُس کا یہی عمل ہوگا کہ ایک چھٹانگ بھر بھی اُس کا وزن نہیں نکلے گا۔

لیکن یہ مومن کی شان ہے کہ اگر اُس نے کسی ایک پیاسے کو بھی ایک گھونٹ پانی کا پلایا ہوگا تو خالق کائنات جل جلالہ اُس کو احد پہاڑ جتنا ثواب عطا فرمادے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعوت دیا کرتے تھے۔

زِنُوْا ۔ تم خود اپنے اعمال کا وزن کرو اور اپنے اعمال کو دیکھو کہ اُس میں خلوص کا کتنا حصہ ہے۔ اُس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا کتنا حصہ ہے اور اُس میں ریا کی کتنی ملاوٹ ہے اور اُس میں لوگوں کے لحاظ سے دکھلاوا کتنا شامل ہو چکا ہے۔ خود اپنے اعمال کا وزن کرو قبل اس کے کہ رب ذوالجلال کی طرف سے ترازو رکھا جائے اور وزن کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

وَ تَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْاَكْبَرِ

سب سے بڑی پیشگی کیلئے بھی تم تیاری کرو۔

اور جو سب سے بڑی نمائش ہے آج انسان ایک چھوٹے سے فنکشن میں جاتا ہے اُس سے پہلے تیاری کرتا ہے کہ میرا بدن صاف ہو میرے کپڑوں پر کوئی داغ نہ ہو۔ چھوٹی سی تقریب میں جانے کیلئے اتنا اہتمام کرتا ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

وہ بزم حشر کہ جس میں کروڑوں انسان ہوں گے اور اُن کے سامنے تمہیں پیش کیا جائے گا اُس دن کیلئے بھی تو تیاری کرو کہ کسی وجہ سے سفید چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ اُس دن کے اُن لمحات سے بچنے کیلئے آج بندے کو محاسبہ کرنا چاہیئے اور تیاری کرنی چاہیئے تا کہ اُس عرض اکبر کے دن بھی خالق کائنات جل جلالہ اُس کو وہ مقام عطا فرمائے کہ جس کی وجہ سے حشر میں بھی اُس کی

تحسین ہو رہی ہو۔ لوگ دیکھیں تو چہرے کی نورانیت کو دیکھ کر اش اش کر اُٹھیں اور پوچھیں کیا یہ اللہ کے نبی کا چہرہ ہے یا اس زمانے کے غوث کا چہرہ ہے۔ یہ کون انسان ہیں کہ جن کے چہرے پر نور کی بارش ہو رہی ہے تو عرض اکبر کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنا شریعت کی زبان میں اس کو محاسبہ نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

محاسبۂ نفس کا طریقِ کار:

آج ماحول میں اس کا طریق کار ہمارے لئے اَز حَد ضروری ہے۔ ہم کسی رواجی اور رسمی پروگرام میں نہیں۔ ہم اس کو اپنی سیرت میں اتارنا چاہتے ہیں کہ محاسبہ کا ایک طریقہ جو قرآن وسنت کے احکام سے ماخوذ ہے اور اس کے اندر ہزاروں نصوص کی خوشبو موجود ہے۔ وہ پیغام سن کر اپنی ذات پر اُس کو لاگو کریں اور اگر کسی میں پہلے محاسبہ کا شوق نہیں ہے تو وہ آج اپنے آپ کو اس بات کی طرف لگا لے کہ میں اپنا محاسبہ کروں گا، اپنا حساب لوں گا اور خود اپنی تفتیش کروں گا۔ یہ رمضان المبارک کے موسم بہار کی رحمتوں سے اُمید ہے۔ انشاء اللہ جو اس طرف متوجہ ہو گا اللہ تعالیٰ اُس کے دل کے تمام حصے صاف فرما دے گا اور اس کے آئینہ ادراک کو روشن فرما دے گا۔

محاسبۂ نفس کے لحاظ سے وسیع اسلامی لٹریچر میں جو کچھ ملتا ہے اُس کے لحاظ سے میں نے اس کے تین بڑے طریقے جو سب مل کر ایک ہی طریقہ بنتا ہے اُس کو میں نے ترتیب دیا۔

محاسبہ نفس کے تین بڑے طریقے:

پہلا طریقہ: مواز نہ کا ہے

دوسرا طریقہ: مخابرۃ کا ہے

تیسرا طریقہ: مشاہدہ کا ہے

جب یہ تینوں چیزیں مل جائیں گی تو محاسبہ مکمل ہو جائے گا۔

پہلا طریقہ: ''موازنہ''

موازنہ کا مطلب کیا ہے کہ انسان تین کام کرے ان تین کاموں کے مجموعے کو موازنہ کہا جائے گا۔

(۱) ''انعامات اور عبادات میں موازنہ''

سب سے پہلے بندہ یہ موازنہ کرے کہ مجھ پر میرے رب کے انعامات کتنے ہیں اور میری طرف سے میرے رب کی بندگی کس طرح کی ہے۔ یہ کمپیر یٹو سٹڈی اس بات کی کرے کہ میرا رب مجھ پہ کتنی نعمتیں برسا رہا ہے۔ ہر دن میں کیا ہر گھنٹے میں کیا ہر منٹ کا ہی حساب ہم سے نہیں ہو سکے گا۔

محاسبہ نفس کا جو سب سے پہلا سبق ہے وہ اس بات کا موازنہ ہے۔ انسان یہ موازنہ کرے کہ آج مجھ پر میرے رب کے انعامات کتنے ہوئے اور دن میں میں نے اپنے رب کی بندگی کتنی کی۔

ان دو چیزوں کو سامنے رکھے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ کی طرف سے انعامات کو اور اپنی طرف سے بندگی کو کہ ادھر سے مجھے دیا کیا جا رہا ہے اور ادھر سے میں پیش کیا کر رہا ہوں۔ ان دو چیزوں کو سب سے پہلے موازنہ میں رکھے گا تو بندے کیلئے محاسبہ کے کام میں آسانی پیدا ہو جائے گی اور یہ بات بھی بندے کیلئے ضروری ہے کہ وہ بیدار بصیرت کے ساتھ کھوج لگانے اور جج منٹ کرے کہ کتنے انعامات میرے رب کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ انسان اپنی زندگی کے ایک لمحہ میں اپنے رب سے جو کچھ وصول کر رہا ہے۔ رب کعبہ کی قسم ہے بندہ کروڑ سال کی زندگی میں بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

ایک حدیث شریف سے اس مضمون کو واضح کرتا ہوں۔

امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں بیان کیا ہے اور اس حدیث کو اُس نے

صحیح قرار دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے۔

صحابہ کہتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الزواجر،۲/۴۰۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمانے لگے ابھی میرے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھ سے رخصت ہو کے گئے ہیں اور انہوں نے میرے سامنے ایک بہت بڑے عابد وزاہد بندے کا تذکرہ کیا ہے۔

جبریل علیہ السلام کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ لِلّٰهِ عَبْداً مِنْ عِبَادِیْ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ایسا تھا۔

عَبَدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَمْسَ مِائَةِ سَنَةٍ

اُس نے پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کی۔ پانچ سو سال تک سمندر کے اندر ایک چھوٹی سی پہاڑی کے اوپر بیٹھا ہوا تھا اور اُس کیلئے اللہ تعالیٰ کا کرم یہ تھا کہ پورا سمندر تو کھاری پانی کا تھا لیکن اُس کیلئے پہاڑی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر رکھا تھا اور وہاں ایک انار کا درخت اگایا تھا جس پر روزانہ تازہ انار لگتا تھا اور وہ عابد انار کھاتا تھا۔

ویسے تو موسم کے لحاظ سے سال میں ایک بار پھل لگتا ہے لیکن اللہ نے اُس کو اتنا نواز رکھا تھا کہ روزانہ نیا انار لگتا اور وہ اُس کو تناول کرتا تھا۔ اُس نے پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کی۔

جس وقت اُس کے وصال کا وقت قریب آیا تو اُس نے اپنی ایک عجیب چاہت کا اظہار کیا۔

سَئَالَ رَبَّہٗ عِنْدَ وَقْتِ الْاَجَلِ اُس نے موت کے وقت یہ سوال کیا۔

اَنْ یَقْبِضَہٗ سَاجِداً

اے اللہ! زندگی بھر جو میں نے تجھے سجدہ کیا تو مجھے اتنی لذت ملی ہے' میں چاہتا ہوں کہ میری روح بھی اسی حالت میں نکلے۔ جب میرا سر سجدے میں ہو تو میری روح نکل جائے۔ اس واسطے کہ میں چاہتا ہوں جیسے میں دنیا سے جاؤں ویسے ہی میں آخرت میں اُٹھوں تو جو عمل کرتے ہوئے انسان جاتا ہے۔ وہی عمل کرتے ہوئے بندہ اٹھتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میرا سر سجدے میں ہو اور روح نکل جائے اور کل قیامت کے دن لوگ پتہ نہیں کیسے کیسے اُٹھیں گے اور مجھے تو حالت سجدہ میں اُٹھنے کا شرف مل جائے گا۔ ایک تو میری یہ چاہت ہے کہ اے اللہ حالتِ سجدہ میں میری روح نکل جائے اور دوسری چاہت یہ ہے۔

وَاَنْ لَّا یَجْعَلَ لِلْاَرْضِ وَلَا لِشَیْءٍ یُفْسِدُہٗ عَلَیْہِ سَبِیْلاً حَتّٰی یَبْعَثَہٗ وَھُوَ سَاجِدًا (الزواجر،۲/۴۰۲)

نہ تو زمین میرا جسم کھائے اور نہ ہی کوئی اور چیز میرے جسم کو خراب کر سکے۔ میرا جسم نہ گلنے پائے' نہ سڑنے پائے' نہ پھٹنے پائے جس طرح میں سجدے میں سر رکھوں ' قیامت تک ایسے ہی رہوں۔

میرے جسم پر کسی چیز کا حملہ نہ کر سکے اور میرا جسم سلامت رہے اور اسی انداز میں مرنے کے بعد بھی میرا سر سجدے میں رہے۔ یہ دو چیزیں اُس نے اللہ سے مانگ لیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دُعا کو قبول فرمالیا اُس نے سجدے میں سر رکھا ہوا تھا کہ روح نکل گئی اور حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں اب بھی ہم جس وقت آتے جاتے ہیں تو اسی جزیرہ سے گزر کر آتے ہیں۔ اب تک اُس

کا بندہ سلامت ہے اور ویسے ہی اُس نے سر سجدہ میں رکھا ہوا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قیامت کا دن ہوگا وہ بندہ جب قبر سے اٹھے گا' حشر بپا ہوگا تو خالق کائنات فرشتوں سے بڑی خوشی سے کہے گا:

اُدْخِلُوْا عَبْدِیْ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ

میرے اس بندے کو جنت میں داخل کر دو' کس طرح بِرَحْمَتِیْ میری رحمت کے صدقے اس کو جنت میں داخل کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''جب اللہ تعالیٰ کا اعلان ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو' تو وہ شخص بول پڑے گا' کہے گا:

یَا رَبِّ بَلْ بِعَمَلِیْ

یا اللہ! رحمت کا حوالہ نہ دو بلکہ میرے عمل کی وجہ سے مجھے جنت دو' میں نے آخر پانچ سو سال سجدہ کیا' کیا میں اس کی وجہ سے جنت کا مستحق نہیں ہوں۔

بَلْ بِعَمَلِیْ.

مجھے میرے عمل کی وجہ سے جنت دے دو۔

اللہ تعالیٰ دوبارہ فرشتوں سے فرمائے گا:

اُدْخِلُوْا عَبْدِیْ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ

اس بندے کو جنت میں میری رحمت سے لے جاؤ۔

وہ دوبارہ بولے گا نہیں یا رب

بَلْ بِعَمَلِیْ.

میرے عمل سے مجھے جنت میں داخل فرما۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے تیسری بار فرمائے گا۔

اَدْخِلُوْا عَبْدِیْ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ

اس کو میری رحمت سے جنت میں لے جاؤ۔

وہ بندہ تیسری بار بھی کہے گا ''نہیں یارب''

بَلْ بِعَمَلِیْ

نہیں میرے رب میرے عمل کی وجہ مجھے جنت عطا فرما۔

جب وہ تیسری بار کہے گا تو خالق کائنات جل جلالہٗ فرمائے گا:

قَایِسُوْا عَبْدِیْ بِنِعْمَتِیْ عَلَیْهِ

اے فرشتو! اب اس کو اٹھا کے میرے سامنے کھڑا کرو۔ اب ہم حساب کریں گے اس کو اپنے عمل پہ اتنا بھروسہ ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے پانچ سو سال مجھے سجدہ کر کے اس نے میری نعمتوں کا حق ادا کر دیا ہے۔ چلو اب گنتے ہیں۔ میری نعمتیں بھی گن لو اس کا عمل بھی گن لو اس نے پانچ سو سال مجھے سجدہ کیا ہے تو میرے انعامات بھی دیکھو۔

قَائِیسُوْا عَبْدِیْ بِنِعْمَتِیْ عَلَیْهِ وَ بِعَمَلِیْ

اب میری نعمت اور اس کے عمل کا موازنہ کرو۔

میری نعمتیں اس پر کتنی ہیں اور اس کا عمل کتنا ہے۔

پھر موازنہ شروع ہو جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فَتُوْجَدُ نِعْمَةُ الْبَصَرِ قَدْ اَحَاطَتْ بِعِبَادَةِ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ

(الزواجر،۲/۴۰۲)

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے جو دی ہوئی آنکھ ہے۔ صرف اس ایک نعمت کو ایک طرف رکھا جائے گا اور اُس کی پانچ سو سال کی بندگی کو ایک طرف رکھا جائے گا۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں:

آنکھ والی نعمت پانچ سو سال والے عمل پہ بھاری ہو جائے گی۔ محض آنکھ کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''اس کی بندگی کو پیش کرو، آنکھ والی نعمت کا حق بھی پورا نہیں ہوا''۔

پورا بدن باقی ہے بدن کے اجزاء باقی ہیں اعضاء باقی ہیں پھر جو اُس کیلئے اللہ تعالیٰ نے بندوبست کئے ہوئے تھے وہ ساری نعمتیں ابھی باقی ہیں۔ اُس کھاری سمندر میں اللہ تعالیٰ اُس کو میٹھا پانی دیتا تھا اور اُس کے لئے تازہ انار پیدا کرتا تھا۔ وہ کروڑوں انعامات ابھی باقی ہیں۔

ابھی صرف آنکھ والی نعمت کا حساب ہوا تو اُس کی بندگی تو ساری ختم ہوگئی۔ خالق کائنات فرمائے گا اے فرشتو! اب اس کو لے جاؤ اور جہنم میں داخل کردو۔

میرے انعامات اس پر کتنے ہیں اور اس کا عمل تو انعامات کے لحاظ سے بہت تھوڑا ہے۔ اس نے خود پیش کش کی ہے کہ میرے عمل کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے تو عمل کے لحاظ سے فیصلہ یہ ہے کہ میری نعمتیں تم پر بہت زیادہ ہیں اور تیرا عمل بڑا تھوڑا ہے۔

اب وہ بندہ کہے گا نہیں مولا مجھے اپنی رحمت سے ہی جنت عطا فرمادے اور بالآخر اُس کو رحمت سے جنت عطا فرمادی جائے گی۔

لیکن اس وقت ہمارے موضوع میں اس حدیث کا یہ حصہ ہے کہ موازنہ میں سب سے پہلے یہ بات لازم ہے کہ دیکھا جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کتنے ہیں اور میری طرف سے عمل کتنا ہے جب یہ دونوں چیزیں اس حدیث کی روشنی میں دیکھی

جائیں گی تو آج کون پانچ سو سال سجدے میں سر رکھنے والا ہے' جب اُس پانچ سو سال عابد وزاہد کی عبادت ایک نعمت کا جواب نہیں بن سکی تو ہمارے یہ سجدے کس نعمت کا جواب بن سکیں گے۔ یہ وہ چیز ہے کہ جس کے اندر موازنہ کرتے ہوئے محاسبہ کا ذوق پیدا ہوگا کہ اُدھر مسلسل انعامات ہیں' ہر سانس میں کروڑوں نعمتیں ہیں اور میری طرف سے تو بالکل محدود سا عمل ہے۔ اس کی وجہ سے اپنا محاسبہ کرنے میں آسانی پیدا ہوجائے گی۔

موازنہ کیلئے دوسری بات یہ ہے:

(۲) ''حسنات وسیّات میں موازنہ''

بندہ اپنے حسنات اور سیّات میں موازنہ کرے۔ پہلا تھا اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اپنے اعمال میں موازنہ۔ دوسرا یہ ہے کہ اپنے اعمال میں جو نیک ہیں اُن کو شمار کرنا اور جو بُرے ہیں اُن کو شمار کرنا۔ ان کا موازنہ کرنا کہ آخر میں نے چوبیس گھنٹے جو گزارے ہیں تو ان میں سے کتنے وہ کام ہیں اُن کو جب میں کررہا تھا تو میرے رب کی رحمت خوش ہو رہی تھی۔ کتنے وہ کام ہیں کہ جن کی وجہ سے میرا خدا ناراض ہو رہا تھا۔

انسان خود اپنے اعمال کے لحاظ سے خود موازنہ کرے کہ کتنے کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے ہیں اور کتنے کام اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں۔ یہ وہ عمل ہے جس کی وجہ سے بندے کے گناہ جھڑنا شروع ہوجائیں گے یہ تحریری بات ہے بلکہ یہ بھی ہم سب کا ہوم ورک ہے کہ ہم رات جب یہ لکھتے ہیں کہ کتنی آمدنی تھی اور کتنا خرچ ہوا۔

یہ اپنے مال کے لحاظ سے لکھتے ہیں۔ نامہ اعمال کے لحاظ سے بھی تھوڑا سا لکھیں آج میں نے کتنے گناہ کئے اور کتنے وہ کام تھے کہ جن میں میں اپنے رب کے حکم پہ سر بسجود ہوچکا تھا اور میں اپنے رب کی فرمانبرداری کا حق پورا کررہا تھا۔ جس وقت بندہ اپنے کاموں میں ان دو چیزوں کے لحاظ سے موازنہ شروع کردے گا تو اُس بندے کیلئے

موازنہ کی پہلی سٹیپ آسان ہو جائے گی۔ اب روزانہ جب یہ کام کرتا رہے گا چالیس دن تک یہ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُمید ہے کہ اُس کے گناہوں میں واضح کمی واقع ہو چکی ہو گی اور اُس کیلئے آگے نیکی کی طرف بڑھنا بہت ہی آسان ہو چکا ہو گا۔

موازنہ کے اندر تیسری بات یہ ہے:

(۳) ''ماحول کے لحاظ سے موازنہ''

موازنہ میں تیسری بات یہ ہے کہ ماحول کے لحاظ سے بندہ اپنا موازنہ کرے آخر انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کو مخدوم کائنات بنایا گیا ہر چیز اس کی خدمت میں لگی ہوئی ہے تو یہ دیکھے کہ میں مخدوم ہو کے اللہ تعالیٰ کا کتنا حکم مان رہا ہوں اور باقی مخلوقات جو خادم ہے وہ کتنا حکم مان رہی ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ جن چیزوں پر مجھے فضیلت دی گئی ہے وہ عمل میں مجھ سے آگے نکل گئی۔ یہ موازنہ کرے کہ کتنا بڑا سورج ہے اور کتنا بڑا چاند ہے۔

انہوں نے تو آج تک اپنی ڈیوٹی میں ناغہ نہیں کیا تو میں پانچ وقت ناغہ کیوں کرتا ہوں۔ وہ وقت پر آتے ہیں اور وقت پر جاتے ہیں۔ وہ تو لیٹ نہیں ہوتے تو آخر میں ہی نماز میں لیٹ کیوں ہوتا ہے۔ میں ہی اللہ تعالیٰ کے دربار سے غیر حاضر کیوں ہو جاتا ہوں۔

خالق کائنات کا قرآن بول رہا ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (پارہ ۲۳، سورہ یٰسین، آیت ۴۰)

یہ ہماری روح کی غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ

کہ سورج چاند کو پکڑ لے اور چاند سورج کو پکڑ لے یعنی چاند سورج کا راستہ روک کے بیٹھ جائے اور سورج چاند کا راستہ روک کے بیٹھ جائے۔ ایسا نہیں ہوتا۔

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ

وہ سب اپنے حصے میں رہتے ہیں جب وہ کسی کا غصب نہیں کرتے تو بندو تم دوسروں کا راستہ کیوں روکتے ہو؟ تم دوسروں کے حق کی طرف کیوں جاتے ہو؟ وہ اپنی ڈیوٹی پر اتنی پابندی سے ہیں کہ وہ کبھی لیٹ نہیں ہوتے۔

تمہیں بھی اپنے رب کی ڈیوٹی پوری کرنی چاہیئے۔ انہیں ایک بار اللہ نے حکم دیا۔ ہمیشہ کے پابند ہو گئے' کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ:

رات دن سے پہلے آجائے اور دن رات سے پہلے آجائے بلکہ

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ

وہ اپنے اپنے مدار میں رہ کر اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ اپنی حرکت میں موجود ہیں تو یہ ماحول کی دعوت ہے انسان کو کہ ہر چیز ڈیوٹی پہ ہے' زمین اپنا کام کر رہی ہے ہمیں کھانے کو دیتی ہے اور جانور اپنا کام کر رہے ہیں۔ ہمیں دودھ دینے کیلئے اور پلانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کئے ہوئے ہیں اور گوشت کیلئے پیش کئے ہوئے ہیں۔

پوری کائنات نے خدمت کا حق ادا کیا ہے۔ وہ اپنی ڈیوٹی پر جو اللہ نے ان کی لگائی ہے ہر چیز پابندی کر رہی ہے تو بندے کو یہ موازنہ کرنا چاہیئے کہ میرے دائیں طرف جو درخت ہے اس نے پابندی کی تو میں نے کتنی کی۔ زمین پابند ہے تو میں کتنا پابند ہوں ۔ آسمان پابند ہے تو میں کتنا پابند ہوں۔ پورے ماحول کو دیکھ کے بندہ اپنا موازنہ کرے تو محاسبہ کا پہلا مرحلہ انشاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔

محاسبۂ نفس کا دوسرا طریقہ محابرہ کا ہے۔

مخابرہ کا معنی: مخابرہ کا جدید عربی میں لغوی معنی جاسوسی ہے۔ یعنی کسی کی جاسوسی کرنا اور مخابرات کا پورا ایک شعبہ ہوتا ہے تو موازنہ کے بعد مخابرہ سے محاسبہ نفس کا طریقہ کار کیا ہے۔ سب سے پہلے تین قسم کا موازنہ کیا جائے اور اس کے بعد مخابرہ سے بندہ مخابرہ کے معاملے میں اپنے آپ کو محتاط رکھے اور مخابرہ کے معاملے میں اپنے آپ کو بیدار رکھا جائے۔

آدمی کام کرتے وقت گھبراتا ہے کہ میں یہ کام کررہا ہوں کہیں میری جاسوسی نہ ہو جائے اور کہیں اس کام پر کوئی اور مطلع نہ ہو جائے۔ خالق کائنات نے بندے کو محاسبہ کی طرف مائل کرنے کیلئے اس کو ایک نظام مخابرہ بھی دیا ہے کہ اے بندے تو گناہ کرے گا تو کس سے چھپ کے کرے گا اور کس زمین پہ کرے گا۔ کیا اس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین بھی ہے جہاں تو بیٹھ جائے اور پھر تو چھپ سکے۔

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (پارہ ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۵۵)

جس ذات کو نیند ہی نہیں آتی اور اُونگھ ہی نہیں آتی اُس سے تو چھپ کیسے سکے گا اور تو گناہ کرے گا تو کس زمین پہ کرے گا۔ یہ زمین بھی تو کمپیوٹر ہے اللہ کا اُس میں یہ فیڈ ہو رہا ہے کہ جو قدم اُس پہ رکھا گیا تھا وہ قدم چوری کرنے کیلئے اٹھایا گیا تھا یا وہ قدم نماز پڑھنے کیلئے اُٹھایا گیا تھا ہر قدم جب رکھا جاتا ہے زمین اُس کی گواہ بنتی ہے۔ اُس کے بارے میں وہ رپورٹ دینے والی ہے۔

مخابرہ ایسی چیز ہے جب انسان اس کے بارے میں پوری طرح بیدار مغز ہو جائے گا۔ اُس کیلئے مخابرہ کا دوسرا مرحلہ بھی آسان ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس سلسلے میں متوجہ کیا بلکہ مخابرہ کی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے آپ نے قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر کی:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (پارہ ۳۰،سورہ زلزال،آیت ۴)

قیامت کا دن وہ دن ہے جس دن زمین اپنی خبریں بیان کر دے گی۔اس کی تفسیر کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی:

ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے صحابہ!

اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارَهَا (الزواجر ۲/۴۰۶)

تم جانتے ہو زمین کی اخبار کیا ہیں جو قرآن کہہ رہا ہے۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا

زمین اُس دن اپنی خبریں شائع کر دی گی۔اپنی خبریں عام کر دے گی وہ زمین کی کیا خبریں ہیں۔اے میرے صحابہ تم جانتے ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کمال ادب سے کہا:

اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام خوب جانتے ہیں تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا

(الزواجر ۲/۴۰۶)

آپ نے فرمایا کہ زمین کی خبریں یہ ہیں کہ زمین ہر بندے کے بارے میں جو زمین پر آیا ہے قیامت کے دن اُس کے عمل کی خبر دے گی۔ہر بندہ اور ملک میں جتنے بھی لوگ رہتے ہیں خواہ وہ کسی خطے پہ رہتے ہیں۔آخر وہ رہتے تو زمین کے اندر ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پورا نظام نیچے بچھایا ہوا ہے۔

زمین قیامت کے دن ہر بندے کے بارے میں خبر دے گی۔ انداز کیا ہوگا

عَمِلَ كَذَا وَ كَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَ كَذَا (الزواجر ۲/۴۰۶)

زمین کہے گی اے اللہ! اس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔ اُس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا اور اُس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔ تاریخ بھی بتائے گی، وقت بھی بتائے گی، کام بھی بتائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو قرآن پاک میں نازل کر کے بندے کو مخابرہ کے لحاظ سے بھی محاسبہ نفس کی طرف متوجہ کیا کہ تو جہاں بھی چھپے گا آخر وہ زمین کا حصہ ہوگا یا تو خود زمین کے اوپر یا زمین کے اوپر جو چیز رکھی گئی ہے وہ ہوگی اور ہر چیز جو زمین کے اوپر ہے زمین اُس کو نوٹ کر رہی ہے اور وہ زمین بتائے گی جہاں بھی بندہ چھپ کے جائے گا زمین اُس کو بیان کرے گی جب اتنا بڑا جاسوس اے بندے! تیرے پیچھے لگا ہوا ہے تو اُس جاسوس سے اپنے آپ کو بچالے۔ اُس جاسوس نے تو کوئی بات بھی نہیں چھوڑنی اپنا آپ فکر اور آج محاسبہ کر آج سوچ کے قدم رکھ چھپتا ہے تو سوچ کے چھپ کہ تو زمین پہ چھپ رہا ہے۔

ایک تو اللہ تعالیٰ خود دیکھ رہا ہے لیکن پھر اُس نے نظام عدل بنا رکھا ہے۔ اے بندے! مَیں خود بیان نہیں کرتا میری زمین بیان کر دے گی۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (پارہ ۲۶، سورہ ق، آیت ۱۸)

ہم نے فرشتے بھی ساتھ رکھے ہوئے ہیں جو تم لفظ بولتے ہو، زبان سے نکلتا جاتا ہے۔ فرشتے اُس کو فوراً لکھ لیتے ہیں۔ جہاں بھی تم ہوتے ہو وہ فوراً لکھ لیتے ہیں۔ یہ رپورٹر بھی ساتھ ہیں نظر نہیں آتے مگر وہ بھی لکھ رہے ہیں، زمین کے بارے میں ہمیں

پتہ ہی نہیں چلتا کہ جو ہم نے برائی کی وہ زمین بھی نوٹ کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخابرہ کے اس نظام پر مطلع کر دیا کہ وہ بھی جاسوسی کر رہی ہے بلکہ اس سے زیادہ خود بندے کا بدن بندے کے خلاف جاسوسی کر رہا ہے اور قیامت کے دن ہر ہر گناہ کے بارے میں یہ گواہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں تو پھر آج بندے کو اچھا محاسبہ کرنا چاہئے۔ ان ساری چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہ یہ تو ہر چیز میری جاسوس ہے یہ ہاتھ میرا پیارا ہاتھ جس کو بچا بچا کے رکھتا ہوں' تھوڑا زخم ہو جائے تو اس کی پٹی کرتا رہتا ہوں۔ یہ میرے پیارے قدم میرے خلاف جاسوس ہیں اگر میں اللہ تعالیٰ کا نہیں بنوں گا تو یہ میرے کیسے بنیں گے۔ یہ میرے خلاف بولیں گے۔ میرے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ وہ چیز ہے جو بندے کو محاسبہ کی طرف مجبور کرتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں نامہ اعمال گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

(صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے)

صحابہ کرام کہتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ

(تفسیر ابن کثیر ۶/۲۴۔۵۷۲)

کیا خوبصورت محفل تھی۔

سیماب پا تھیں کیا اُن لوگوں کی قسمتیں
حصے میں آئیں جن کے وہ مہتاب صحبتیں

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بزم میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام کا جم غفیر تھا۔ اچانک محبوب علیہ السلام نے مسکرانا شروع کر دیا۔ بظاہر اُس مسکراہٹ کا کوئی

سبب نہیں تھا نہ کسی نے کوئی ایسی بات کی اور نہ کسی کا کوئی ایسا عمل سامنے آیا کہ اُس پر مسکراہٹ کا اظہار کیا جائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے تو کتنا خوبصورت منظر تھا۔

خود سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَا اَضْحَكُ

میرے صحابہ تمہیں پتہ ہے کہ میں کیوں مسکرا رہا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو، مجھے ہنسی کیوں آئی ہے۔ تمہیں پتہ ہے کہ میری یہ مسکراہٹ کس وجہ سے ہے۔ یہ سوال کر کے جب آپ نے پوچھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کہتے ہیں ہم نے عرض کی:

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

کتنا ادب ہے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی مسکراہٹ کا سبب آپ کا رب زیادہ جانتا ہے اور آپ زیادہ جانتے ہیں۔

آپ خود بیان فرما دیں کہ اس مسکراہٹ کی وجہ کیا ہے؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا مطلب یہ تھا کہ اے میرے صحابہ میں بیٹھا تو یہاں ہوں مگر تمہیں پتہ نہیں نگاہ کہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔

مِنْ مُّخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ

آپ نے فرمایا کہ آج میں یہاں بیٹھ کے میدانِ حشر کو دیکھ رہا ہوں۔ میدانِ حشر سامنے ہے اور وہاں اپنے رب کے سامنے بندہ جو گفتگو کر رہا ہے اُس کو سن کے آج مجھے ہنسی آ گئی ہے اور سادے سے بندے کی گفتگو پر مجھے تعجب آیا ہے کہ اپنے رب سے کیسی سادہ گفتگو کر رہا ہے اور کس انداز سے وہ اپنے رب کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ بندے کی جو حشر کے دن اپنے رب سے گفتگو ہے مجھے اُس کی طرف توجہ کرنے سے